Advertisement at Urdu Palace

Are you looking for an affordable website to advertise your business?
Urdu Palace offers lowest rates for all advertisers.
For Advertisement of your brand or business on our website call us or contact through

Whatsapp on following numbers:+92-348-8709449,+92-303-5110135

www.urdupalace.com

چال

محمد فاروق انجم

اچھے اور پُر خلوص دوستوں کی سنگت میں دشوار گزار پہاڑی راستے ہوں یا گہری کھائیوں میں پیش آنے والے خطرات... کوئی معنی نہیں رکھتے... وہ بس ایک دوسرے کے ہمنوا اور ہم سفر ہوتے ہیں۔ ایسے ہمسفر جو احساسِ ذمے داری سے منزل تک پہنچنے کا یقین رکھتے ہوں... وہ دیرینہ دوستوں کا احاطہ کرتی تحریر... ان کے قول و فعل یکساں تھے... مگر فطرت اور نیت خطرے کو سامنے دیکھ کر رخ بدل رہی تھی... جرم کا ارتکاب کرنا آسان ہوتا ہے... مگر اس کی گہرائیوں سے باہر آنا از حد مشکل... وہ دونوں بھی جرم کے جال میں الجھ چکے تھے اور اس سے نکلنے کی ہر چال الٹی پڑ رہی تھی...

سنگ دلی و منتقم مزاج دشمن کی جوابی کارروائی..... سرورق کی الم ناک کہانی

اُن کے درمیان ایک چار فٹ چوڑی میز تھی۔ میز کے ایک طرف پانچ فٹ دس انچ قد کا آدمی بیٹھا تھا۔ اس کی مونچھیں بڑی، سیاہ اور تلوار نما تھیں، سر کے بالوں کا رنگ سنہری تھا جس میں سفید بال بھی جھانک رہے تھے۔ ایک عرصے سے وہ اپنے بالوں کو یہی رنگ لگوا رہا تھا۔ جب بالوں کو ڈائی کیے زیادہ وقت ہو جاتا تھا تو سفید بال جھانکنے لگتے تھے، اس کی آنکھوں میں سفیدی تھی اور چہرے سے رعب مترشح تھا۔ اس کا نام تیمور خان تھا۔ میز پر اس کے عین

www.urdupalace.com

سامنے دو ریوالور رکھے ہوئے تھے اور پاس ہی درجن بھر گولیاں بھی بکھری ہوئی تھیں۔ جبکہ میز کی دوسری طرف وہ دونوں خوفزدہ، سہمے ہوئے اور متوحش نگاہوں سے کبھی تیمور خان کو اور کبھی اس کے سامنے رکھے دونوں ریوالور کو دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام زاہد تھا، جس کی شیو بڑھی ہوئی تھی، اس کی عمر اٹھائیس سال سے زیادہ نہیں تھی۔ اس کے ساتھ براجمان اس کا دوست حماد تھا جو اسی کا ہم عمر تھا اور اس کے سر کے بال چھوٹے تھے اور اس نے فرنچ کٹ رکھی ہوئی تھی۔

تیمور خان کے پیچھے اس کا محافظ ہاتھ میں بڑی سی گن لیے کھڑا تھا۔ تیمور خان نے اپنی جیب سے سگریٹ کی ڈبیا نکال کر ایک سگریٹ نکالا اور اسے اپنے ہونٹوں میں دبا کر، ڈبیا میز پر اچھال دی۔ ڈبیا کے میز پر گرنے سے جو آواز پیدا ہوئی اس نے کچھ دیر سے چھائی خاموشی کو یکدم..... توڑ دیا۔

تیمور خان کے عقب میں کھڑے اس کے محافظ نے برق رفتاری سے لائٹر نکال کر اس کا شعلہ بلند کیا اور تیمور خان کو سگریٹ سلگا کر پھر سے لائٹر اپنی جیب میں ڈال لیا۔ تیمور خان نے سگریٹ کو ہونٹوں میں ہی دبائے کش لیا اور اسی طرح دھواں چھوڑتے ہوئے دونوں کی طرف بدستور اپنی نگاہیں جمائے پوچھا۔

''تم دونوں نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ میں نے کچھ پوچھا تھا۔ مجھے اس کا جواب چاہیے۔ میں شام تک تم دونوں کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا۔''

تیمور خان کی بات سن کر دونوں کے جسم میں حرکت ہوئی، دونوں نے ایک دوسرے کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا کہ وہ کیا جواب دیں۔ کچھ دیر بعد حماد نے اٹکتے ہوئے کہا۔

''ہمیں کچھ وقت چاہیے۔''

''وہ تو تم دونوں نے پہلے بھی مانگا تھا اور میں نے وقت دے دیا تھا۔ آج صبح دس بجے دیے ہوئے وقت کی مدت ختم ہو چکی ہے۔'' تیمور خان نے اطمینان سے جواب دیتے ہوئے سگریٹ اپنی انگلیوں میں دبا لیا۔

''جیسے ہی مدت ختم ہوئی، ہم آپ کے پاس چلے آئے۔ کہیں بھاگ کر نہیں گئے۔'' زاہد بولا۔

''آئے تو سہی لیکن خالی ہاتھ..... تم دونوں نے وعدہ کیا تھا کہ آج کے دن تم دونوں میری رقم دے دو گے۔'' تیمور خان نے کہہ کر سگریٹ کا طویل کش لے کر دھواں ایسے چھوڑا جیسے اس دھوئیں میں اس کے اندر کے غصے کی آگ بھی شامل ہو۔

''ہم نے پوری کوشش کی لیکن رقم کا انتظام نہیں ہو سکا اور ہم کہیں بھاگے نہیں بلکہ سیدھا آپ کے پاس آ گئے ہیں تا کہ ہم آپ کو بتا سکیں۔'' حماد نے کہا۔ اس کے چہرے پر خوف اور واضح ہو گیا تھا۔

''کوئی تیمور خان کی رقم لے کر بھاگ سکا ہے؟'' تیمور خان نے سگریٹ میز پر ہی مسل دیا۔

''کوئی بھاگ ہی نہیں سکتا۔'' زاہد زبردستی مسکرایا۔

''کسی کی جرأت نہیں ہو سکتی ہے کہ وہ بھاگ سکے۔''

''اس رات تم دونوں جوئے میں اچھی خاصی رقم جیت چکے تھے۔ تم دونوں کے پاس رقم رکھنے کو جگہ نہیں تھی۔ کیسے تم دونوں نے اپنی ایک ایک جیب میں رقم ٹھونسی ہوئی تھی اور نوٹ جیبوں سے باہر جھانک رہے تھے۔ اور پھر تم دونوں ہارنے لگے۔ ہارتے ہارتے تم دونوں کے پاس ساری رقم ختم ہو گئی۔ اور تم دونوں جیتنے کے لیے اتنے جذباتی ہو گئے کہ مجھ سے ادھار لیتے گئے اور ہارتے گئے، یہاں تک کہ تم ایک رات میں اکتیس لاکھ روپے ہار گئے۔ تم میرے جوئے خانے کے پرانے آنے والے ہو۔ میں نے تم دونوں کو اتنی رقم دی جتنی تم دونوں نے مانگی۔ اس بات کو ایک ہفتہ ہو گیا ہے۔ تم دونوں نے میرے اکتیس لاکھ روپے واپس دینے کے لیے ایک ہفتے کی مہلت لی تھی جو آج دن دس بجے ختم ہو گئی ہے۔ اور اب تم منہ لٹکا کر میرے پاس آ گئے ہو اور مجھے کہہ رہے ہو کہ رقم کا انتظام نہیں ہوا ہے۔'' تیمور خان نے آخری جملہ درشت لہجے میں کہا کہ دونوں ہی اندر سے کانپ گئے۔

''چچا ملک سے باہر گئے تھے۔ ان کی رات کو واپسی ہوئی ہے۔ میں ابھی سیدھا آفس جا رہا ہوں، ان سے رقم لے کر آپ کو دے دوں گا۔'' حماد نے ڈرتے ہوئے کہا۔

تمہارے باپ اور چچا کی کاروباری حیثیت تو ہے۔ وہ دونوں بھائی بھی تھے اور مشترکہ بزنس بھی کرتے تھے۔ تمہارا باپ دنیا سے چلا گیا اور تم بزنس میں ٹک کر بیٹھے نہیں۔'' تیمور خان نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے ایک سگریٹ اور نکال کر اپنے ہونٹوں میں دبا لیا اور اس کے عقب میں کھڑے اس کے محافظ نے جلدی سے لائٹر نکال کر اس کا سگریٹ سلگایا اور لائٹر واپس اپنی جیب میں رکھ کر سیدھا کھڑا ہو گیا جبکہ تیمور خان سگریٹ کو ہونٹوں میں دبائے کش لے کر دھواں چھوڑتا رہا اور نگاہیں جمائے دونوں

www.urdupalace.com

کو دیکھتا رہا۔

''تیمور بھائی آپ سب جانتے ہیں بس میں اُن سے رقم لے کر آپ کو دیتا ہوں۔'' حماد کے لہجے میں استدعا تھی۔

تیمور خان نے اپنی گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''کتنے بجے آؤ گے؟''

''مجھے معلوم نہیں ہے کہ وہ مجھے ابھی رقم دے دیتے ہیں کہ ایک دو دن کا وقت لیتے ہیں۔'' حماد بولا۔

''تم اس کاروبار میں برابر کے حصے دار ہو، وہ تمہاری رقم کیسے روک سکتے ہیں۔'' تیمور خان نے اپنی گھڑی میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''پھر بھی کاروبار میں رقم ہر وقت پاس موجود نہیں ہوتی۔'' حماد کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن ڈر رہا تھا۔ ''ہوسکتا ہے کہ چچا جان رقم دینے کے لیے کچھ وقت مانگ لیں۔''

''اب تم کیا چاہتے ہو؟'' تیمور خان نے پوچھا۔

''رقم کا انتظام ایک گھنٹے میں ہوگیا تو اسی وقت آپ کے پاس لے آؤں گا اور اگر انہوں نے کچھ وقت مانگ لیا تو پھر دیر لگ سکتی ہے۔ آپ مجھے ایک ہفتے کی مزید مہلت دے دیں۔ میں سات دنوں کے اندر اندر آپ کا سارا پیسہ کلیئر کردوں گا۔'' حماد نے ڈرتے ڈرتے اپنی بات مکمل کرلی۔

''یعنی پھر سات دن.....؟'' تیمور خان نے اسے گھورا۔

''ایک گھنٹے میں رقم دے دی تو ابھی آجائیں گے۔ کل، پرسوں جیسے ہی رقم ملتی ہے آپ کے پاس آجائیں گے۔ ہم سات دن کی مدت اس لیے مانگ رہے ہیں کہ اگر وہاں سے پیسے نہ ملے تو ہم ہر صورت میں ایک ہفتے کے اندر اندر آپ کی رقم واپس کردیں گے۔'' حماد بولا۔

تیمور خان نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور اپنا بازو نیچے کرلیا۔ ''سات دن نہیں بلکہ چار دن دوں گا۔ چار دن کے بعد تم دونوں کو میری رقم واپس کرنا ہوگی ورنہ ایک منٹ اور نہیں دوں گا اور اگر میری رقم واپس نہ آئی تو پھر تم دونوں جانتے ہو کہ میں کیا کرتا ہوں، یہ مجھے بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔''

تیمور خان کا لہجہ سفاک ہوگیا تھا۔ دونوں کے جسم میں سراسیمگی دوڑ گئی۔ انہیں ایسا لگا جیسے تیمور خان نے ابھی ان کی گردنوں کو دبوچ لیا ہے اور ان کی سانس رک گئی ہے اور آنکھیں باہر نکل آئی ہیں۔

''چار دن کم ہیں.....'' حماد نے کہنا چاہا لیکن تیمور خان کی گھورتی نگاہوں کے آگے وہ سہم کر چپ ہوگیا اور بولا۔ ''ٹھیک ہے چار دن میں ہم رقم لوٹا دیں گے۔''

''ہمیں آپ کی رقم لوٹانے کے لیے کچھ بھی کرنا پڑا، ہم کریں گے اور ہر صورت میں آپ سے لی ہوئی مدت میں رقم واپس کردیں گے۔'' زاہد نے بھی کہا۔

''ٹھیک ہے یہ بھی دیکھ لیتا ہوں۔ اس کے بعد مجھ سے رحم کی اُمید نہ رکھنا۔ پھر مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔ میں اپنا ایک پیسہ بھی کسی کی طرف نہیں چھوڑتا۔ خواہ مجھے اپنے پیسے کے بدلے اس کے جسم سے سارا خون ہی کیوں نا نچوڑنا پڑے۔ اب تم دونوں جاؤ۔'' تیمور خان نے ہاتھ کے اشارے سے ان کو جانے کے لیے کہا تو وہ دونوں اس جگہ سے اُٹھ کر ایسے باہر نکلے جیسے انہیں اندیشہ ہو کہ اگر وہ ایک لمحہ بھی رکے تو وہ انہیں گولیوں سے بھون دے گا۔

باہر چمکدار دھوپ تھی اور آسمان صاف تھا۔ دونوں نے پُرسکون سانس لی اور چلتے ہوئے کار تک پہنچے جو سات سال پرانا ماڈل تھی اور کار کا رنگ ایک دو جگہ سے خراب بھی ہوچکا تھا۔ دونوں کار میں بیٹھے اور حماد نے کار وہاں سے نکال کر سڑک پر دوڑا دی۔

حماد کار چلا رہا تھا۔ اس نے تاسف آمیز لہجے میں کہا۔ ''کاش ہم اس دن لالچ نہ کرتے اور جو رقم ہم نے جیت لی تھی وہ سمیٹ کر گھر چلے جاتے۔ لاکھوں روپے تھے۔''

''وہاں پر موجود نعیم نے ہمیں کہا بھی تھا کہ ہم مزید کھیلنا بند کردیں اور جو ہاتھ لگا ہے اسے لے جائیں۔'' زاہد نے کہا تو حماد نے تاسف اور غصے سے اسٹیئرنگ پر اپنے دونوں ہاتھ مارے۔

''اکتیس لاکھ روپے ہم ایک رات میں ہار گئے۔ اچھا بھلا ہم جیت رہے تھے۔'' حماد کو پھر غصہ آگیا۔

''صرف اکتیس لاکھ روپے نہ شمار کرو۔ وہ پیسہ بھی شمار کرو جو ہم نے جیت کر ہارا تھا۔'' زاہد کا چہرہ ابھی تک پچھتاوے کی گھٹا میں میں ڈوبا ہوا تھا۔

''اب تیمور خان ہمیں مزید کوئی مہلت نہیں دے گا۔ اور کسی طرح سے بھی ہم کو رقم کا بندوبست کرنا پڑے گا ورنہ اس کی ڈکشنری میں رحم کا لفظ نہیں ہے۔ ہمارے پاس صرف چار دن ہیں۔ چار دن اور اکتیس لاکھ روپے کا پہاڑ.....'' حماد نے کہا۔ دونوں چپ ہوگئے۔

''اب ایک ہی اُمید ہے کہ میں چچا جان سے کسی بہانے سے رقم لوں۔ لیکن وہ میری حرکتوں کی وجہ سے مجھے

www.urdupalace.com

پہلے ہی برداشت نہیں کرتے۔'' حماد نے کہتے ہوئے اپنا اندیشہ بیان کیا۔ ''پتا نہیں ہے وہ مجھے رقم دیتے بھی ہیں کہ نہیں۔''

''ہمارے حالات بھی ایسے نہیں ہیں کہ میں رقم کا کوئی بندوبست کرسکتا۔'' زاہد باہر دیکھنے لگا۔

''اس لیے میں تم پر زور بھی نہیں ڈال رہا ہوں، میں جانتا ہوں کہ تمہارے لیے چند لاکھ روپے بھی لینا مشکل ہے۔ تم میرے دوست ہو اس لیے رقم کی ذمے داری اپنے سر پر لے رہا ہوں۔'' حماد نے کار ایک عمارت کے سامنے کھڑی کردی۔ کار پارکنگ میں اور بھی گاڑیاں کھڑی تھیں۔

''تم ابھی اپنے چچا سے بات کرو گے؟'' زاہد نے پوچھا۔

''ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ اس لیے مجھے ابھی بات کرنی ہے۔'' حماد بولا۔

''میں یہاں بیٹھ کر انتظار کروں؟'' زاہد نے کہا۔

''تم بھی میرے ساتھ چلو۔'' حماد نے کہہ کر اپنی طرف کا دروازہ کھولا اور کار سے باہر نکل گیا۔ دوسری طرف سے زاہد بھی نکل آیا تھا۔ حماد نے ایک نظر اس عمارت کی طرف دیکھا جہاں ان کا آفس تھا۔ کئی سال قبل حماد کے والد اور اس کے چچا نے مل کر کاروبار شروع کیا تھا جو دیکھتے ہی دیکھتے پھیل گیا تھا۔ لیکن اچانک حماد کے باپ کا انتقال ہوگیا۔ سارا بزنس اس کا چچا دیکھنے لگا۔ اور پھر حماد کا بڑا بھائی بھی اس کاروبار میں شامل ہوگیا۔ حماد کا پڑھائی سے دل اچاٹ ہوا تو وہ بھی اس کاروبار کا حصہ بن گیا۔ حماد کا بیٹھنا اُٹھنا اچھے دوستوں کے ساتھ نہیں تھا۔ زاہد اس کے ساتھ کالج میں پڑھتا تھا۔ زاہد کی رہائش شہر سے تقریباً تیس کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ایک چھوٹے سے گاؤں میں تھی جہاں ان کا بڑا سا گھر تھا اور کمانے کے لیے اس کے باپ کی تھوڑی سی زمین تھی۔ حماد ہی زاہد کو اپنے ساتھ جوئے خانے میں لے جانے لگا تھا۔ انہوں نے بہت پیسہ جیتا تھا اور اُڑایا تھا۔ زاہد کو بھی اس کے ساتھ جُوا کھیلنے کی عادت پڑ گئی تھی۔ اس بات کا علم حماد کے چچا کو ہوا کہ حماد جُوا کھیلنے لگا ہے تو اس نے ایک دو بار شدید سرزنش کی، لیکن جب حماد باز نہ آیا تو اس نے حماد کو کاروبار سے نکال دیا۔ پھر بھی حماد کبھی کبھار آجاتا تھا۔ اس کا چچا اچھا آدمی تھا لیکن وہ دولت اس طرح سے اُڑانے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا۔

دونوں لفٹ کے ذریعے سے تیسری منزل پر پہنچے جہاں ان کا آفس تھا۔ حماد نے سوچ لیا تھا کہ اسے اپنے چچا کو کیا کہنا ہے۔ دونوں استقبالیہ سے ہوتے ہوئے آگے بڑھے تو حماد نے زاہد سے سرگوشی کی۔

''تم وہاں بیٹھ جاؤ۔''

زاہد نے رک کر اس جانب دیکھا جہاں کچھ نوجوان بیٹھے تھے۔ جونہی حماد کے قدم اپنے چچا کے کمرے کی طرف جانے لگے استقبالیہ پر موجود لڑکی نے شائستہ لہجے میں اسے مخاطب کیا۔ ''ایکسکیوزمی سر.....''

''جی.....'' زاہد نے رک کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ اپنے لہجے میں ایسا تغیر لے آیا تھا جس سے یہ واضح ہو کہ وہ اس کمپنی کے مالکان میں سے ہے۔

''اندر انٹرویو ہو رہے ہیں۔ سر نے سختی سے اس دوران میں کسی کو بھی اندر آنے سے منع کیا ہے۔''

حماد اس کے پاس جا کر متانت سے بولا۔ ''آپ مجھے جانتی ہیں، میں کون ہوں۔''

''جی سر..... لیکن سر میری نوکری جاسکتی ہے۔'' وہ لڑکی معصومیت سے بولی۔ ''میں مجبور ہوں۔''

حماد نے ایک نظر اس لڑکی کے خوبصورت چہرے کی طرف دیکھا اور پھر یکدم مسکرا دیا۔ ''ٹھیک ہے میں انتظار کرلیتا ہوں۔ میری اندر اطلاع کردو۔ میں وہاں صرف آپ کی نوکری کے لیے بیٹھ رہا ہوں۔''

''شکریہ سر۔'' لڑکی نے ممنون نظروں سے دیکھ کر مسکراہٹ بکھیری۔

حماد نے ایک مسکراہٹ عیاں کی اور پھر زاہد کے پاس چلا گیا جو صوفے پر بیٹھا تھا۔ حماد کو جگہ دینے کے لیے وہ تھوڑا سا دوسری طرف کھسک گیا اور حماد بیٹھ گیا۔ اس صوفے پر تین افراد اور بیٹھے تھے ..... حماد، زاہد اور تیسرا وہ جو نوکری کے لیے انٹرویو دینے آیا تھا اور دونوں کا جائزہ لے رہا تھا۔

''کیا ہوا؟'' زاہد نے آہستہ سے پوچھا۔

''اندر انٹرویو ہو رہے ہیں۔ ابھی امیدوار باہر نکلے گا تو وہ مجھے اندر بلالیں گے۔'' حماد نے جواب دیا۔

''اس کا مطلب ہے انتظار کرنا پڑے گا۔'' زاہد نے منہ بنایا۔

''ابھی بلا لیتے ہیں۔ تم فکر نہیں کرو۔'' حماد بولا۔

زبیر وجیہہ نوجوان تھا۔ اس نے کالی پینٹ کے ساتھ سفید شرٹ اور اوپر سے کوٹ پہنا ہوا تھا۔ وہ دونوں کو دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ دونوں شکل سے بہت بڑے سفارشی معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے آجانے سے شاید اب ان کے

www.urdupalace.com

انٹرویو بھی رسمی سے ہوں اور وہ ان سب کو گھر بھیج دیں۔

زبیر اس سے قبل اچھی نوکری کر رہا تھا۔ اچانک ایک دن اپنے باس کے ساتھ منہ ماری ہوگئی۔۔۔ اور باس نے اسے کھڑے کھڑے نوکری سے نکال دیا۔ تین ماہ سے وہ نوکری کی تلاش میں تھا۔ زبیر کے باپ کا جنرل اسٹور تھا۔ ان کا محلے میں دو منزلہ گھر تھا۔ اوپر کا حصہ انہوں نے کرائے پر دیا ہوا تھا اور اس کی سیڑھیاں انہوں نے باہر سے نکالی ہوئی تھیں۔ پندرہ دن قبل کرائے دار وہ جگہ چھوڑ کر چلے گئے تھے اور وہ جگہ فی الحال خالی تھی۔

ان دونوں کے آنے سے زبیر کو اپنی نوکری کی فکر لاحق ہوگئی تھی۔ جس طرح سے وہ استقبالیہ کی طرف گیا تھا اور سیدھا باس کے کمرے کی طرف جانے لگا تھا تو اس سے واضح ہوتا تھا کہ وہ کسی عام باپ کا بیٹا نہیں ہے۔

''اگر یہ نوکری بھی نہ ملی تو میں عاشی کو کیا جواب دوں گا؟'' زبیر نے آہ بھرتے ہوئے سوچا۔

اسی اثنا میں کمرے کا دروازہ کھلا اور انٹرویو دینے والا امیدوار باہر نکلا اور خارجی دروازے کی طرف چلا گیا۔ اب اندر جانے کی باری زبیر کی تھی لیکن استقبالیہ پر موجود لڑکی نے حماد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''آپ کو سر اندر بلا رہے ہیں۔'' حماد اپنی جگہ سے اُٹھا اور زبیر کا دل زور سے دھڑکا۔ وہ بے بسی سے استقبالیہ کی طرف دیکھنے لگا جیسے وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں چیخ کر کہہ رہا ہو۔

''میری باری تھی۔ میں ڈیڑھ گھنٹے سے یہاں بیٹھا ہوں۔ یہ دس منٹ پہلے آیا تھا اور اب اسے اندر بلا لیا گیا ہے.....''

لیکن زبیر چپ رہا اور مضطرب پہلو بدل کر بیٹھتے ہوئے اس نے اپنے پاس بیٹھے زاہد کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

حماد اندر گیا تو سامنے اس کا چچا کوٹ پینٹ اور ٹائی لگائے براجمان تھا۔ اس کے دائیں جانب حماد کا بڑا بھائی جبکہ بائیں طرف حماد کے چچا کا بیٹا بیٹھے تھے۔

''ایسی کیا ایمرجنسی ہوگئی کہ ہم کو اپنا کام چھوڑ کر تمہیں بلانا پڑا۔'' حماد کے چچا نے نرم لہجے میں بات کی۔

''مجھے ضروری بات کرنی ہے۔'' حماد نے کہا۔

''ہاں کیا بات کرنا چاہتے ہو، لیکن ذرا جلدی بات کرنا۔'' حماد کے چچا نے گھڑی کی طرف دیکھا۔

کچھ توقف کے بعد حماد بولا۔ ''میں اس لیے آیا ہوں کہ میں اپنا ذاتی کاروبار کرنا چاہتا ہوں۔''

''یہ بھی تو تمہارا ذاتی کاروبار ہے۔'' اس کے چچا نے کہا۔

''اس کاروبار میں میری کوئی جگہ نہیں ہے۔'' حماد کا لہجہ سرد تھا۔ ''یہ آپ سب کا کاروبار ہے۔''

''تم اپنے آپ کو بدل لو۔ یہ کاروبار ہم سب کا ہے۔ تمہارے لیے بھی جگہ ہے۔'' حماد کے چچا نے اسے سمجھایا۔

''یہ میرا کاروبار نہیں ہے۔ آپ مجھے چالیس لاکھ روپے دے دیں میں اپنا کاروبار کرنا چاہتا ہوں۔'' حماد نے جلدی سے دل کی بات کہہ دی۔ ''میرے پاس چھوٹے پیمانے پر کاروبار شروع کرنے کی اچھی منصوبہ بندی ہے۔''

اس کی بات سن کر حماد کے چچا نے متانت سے حماد کے بڑے بھائی کی طرف دیکھا تو اس کا بڑا بھائی فوراً بولا۔

''تم گھر جاؤ ہم اس پر بعد میں بات کریں گے.... فی الحال ہم کچھ انٹرویوز کر رہے ہیں۔''

''مجھے ابھی بات کرنی ہے۔ میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ میرے پاس کاروبار کرنے کی بہترین منصوبہ بندی ہے۔ مجھے بس چالیس لاکھ روپے کا سرمایہ درکار ہے۔'' حماد نے جلدی سے کہا۔

''کام کرنا ہے تو اچھے لوگوں کی طرح بیٹھ کر کام کرو، تمہیں الگ کاروبار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔'' اس کے بھائی نے دوٹوک کہہ دیا۔

''میں یہاں کام نہیں کرنا چاہتا۔ اپنا کاروبار کرنا چاہتا ہوں۔ آپ میری بات کو سمجھ نہیں رہے؟'' حماد کو غصہ آگیا۔

''پہلے یہاں بیٹھ کر کام سیکھ لو پھر الگ کام کرنے کے بارے میں سوچنا۔'' اس کے چچا نے پھر سمجھایا۔

''مجھے یہاں کام نہیں کرنا۔ میری اور آپ لوگوں کی سوچ میں بہت فرق ہے۔ مجھے چالیس لاکھ روپے آج اور ابھی چاہئیں۔'' حماد اپنی بات پر اڑ گیا۔ اس کے جسم میں کچھ بے چینی سی بڑھ گئی تھی۔

''بہتر ہے کہ تم گھر چلے جاؤ۔ تمہیں ہم ایک پیسہ بھی نہیں دیں گے۔'' حماد کے بھائی نے بھی کچھ غصیلہ لہجہ اپنا لیا۔

''لیکن.....'' حماد نے کہنا چاہا۔

''تم چلے جاؤ اور ہمیں کام کرنے دو۔'' اس بار اس کے چچا کا لہجہ بھی درشت ہوگیا اور چہرہ بھی تن گیا تھا۔ حماد کے لیے اب بولنے کی گنجائش نہیں رہی تھی۔ اس نے باری

www.urdupalace.com

باری تینوں کی طرف دیکھا اور غصے سے باہر نکل گیا۔

باہر جاتے ہی وہ تیزی سے زاہد کی طرف بڑھا تو زاہد اس کو دیکھتے ہی اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا۔

''کیا ہوا.....؟'' زاہد نے پوچھا۔

''زاہد میرے ساتھ آجاؤ۔'' حماد نے اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے چلتے ہوئے کہا اور وہ دونوں خارجی دروازے کی طرف چلے گئے۔ جبکہ زبیر دونوں کی طرف دیکھتا رہا۔ اس وقت وہ چونک گیا جب استقبالیہ پر موجود لڑکی نے دوسری بار اس کا نام پکارا اور وہ تیزی سے کمرے کی طرف چلا گیا۔

زبیر کا انٹرویو ہو گیا اور اسے یہ کہہ کر باہر بھیج دیا کہ وہ اسے اطلاع کر دیں گے۔ زبیر جھکے کندھوں کے ساتھ کمرے سے باہر نکل آیا۔ اس کے دماغ میں ایک بات بیٹھ گئی تھی کہ اس سے پہلے جانے والا لڑکا کسی بڑی سفارش سے آیا تھا اس لیے وہ اس سے پہلے انٹرویو کے لیے چلا گیا اور اپنے ساتھی، جس کو اس نے زاہد کہہ کر مخاطب کیا تھا، اس کو لے کر باہر بھی نکل گیا۔ اس بات کا صاف مطلب تھا کہ ان کا کام ہو چکا تھا۔

زبیر کے باہر جاتے قدم رک گئے اور اس نے استقبالیہ پر موجود لڑکی کی طرف دیکھا۔ اور پھر اس کے پاس جا کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

''ایکسکیوزمی۔''

لڑکی مسکرا کر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔ ''جی.....''

''آپ سے ایک بات پوچھنی تھی کہ جو لڑکا مجھ سے پہلے اندر گیا تھا، یعنی کہ میری باری پر وہ اندر چلا گیا تھا، وہ کون تھا؟'' زبیر نے پوچھا۔

''شاید آپ حماد صاحب کی بات کر رہے ہیں۔ وہ اس کمپنی کے مالک کے سگے بھتیجے بھی ہیں اور پارٹنر بھی ہیں۔'' لڑکی نے بتایا۔ ''آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟''

''نہیں بس ایسے ہی۔'' زبیر کہہ کر باہر چلا گیا۔

اس کا یہ ابہام تو دور ہو گیا تھا کہ وہ کوئی سفارشی نہیں تھا۔ لیکن اب اسے اس بات نے گھیر لیا تھا کہ اس کے ساتھ جو لڑکا آیا تھا وہ دراصل اس کی سفارش کے لیے آیا ہوگا۔ تبھی وہ باہر بیٹھا تھا اور جب وہ باہر نکلا تھا تو اس نے فوراً پوچھا تھا کہ ''کیا ہوا؟''

زبیر کو یقین ہو گیا کہ یہ نوکری اسے ملنے والی نہیں ہے۔ وہ بس کے ذریعے گھر پہنچا تو بس کا کرایہ ادا کرنے کے بعد اس کی جیب میں پانچ روپے کا سکہ بچا تھا۔ وہ چلتے چلتے اپنے ابا کے جنرل اسٹور کی طرف چلا گیا اس کا ارادہ تھا کہ وہ جیب خرچ کے لیے کچھ پیسے مانگ لے لیکن اس کا باپ پہلے ہی ایک سیلز مین کو پیسے دینے کے بعد کہہ رہا تھا۔

''بہت مندی ہے۔ سارے پیسے سمیٹ کر تمہیں دے دیے ہیں۔ میری تو جیب میں بھی خرچہ نہیں بچا۔''

زبیر کچھ دیر وہاں بیٹھا اور پھر وہ بوجھل قدموں سے چل پڑا۔ وہ اپنے گھر پہنچا اور سیڑھیاں چڑھ کر اوپر چلا گیا۔ اس نے جیب سے چابی نکال کر دروازہ کھولا اور اندر جاتے ہی بٹن دبا کر لائٹس روشن کر دیں۔

اوپر والا حصہ زیادہ بڑا نہیں تھا۔ چھوٹا سا لاؤنج، کچن، دو کمرے اور ایک باتھ روم تھا۔ کیونکہ وہ حصہ کرائے دار نے خالی کیا تھا اس لیے وہاں کوئی سامان نہیں تھا۔ ایک کمرے میں زمین پر گدا بچھا ہوا تھا اور اس گدے پر کچھ کتابیں اور کاغذات بکھرے ہوئے تھے۔

زبیر ابھی اس گدے پر بیٹھا ہی تھا کہ اس کا موبائل فون بجنے لگا۔ اس نے اپنی جیب سے موبائل فون باہر نکالا تو وہ سستا سا اور پرانا موبائل فون تھا۔ اسکرین پر عاشی کا نام آرہا تھا۔ بادلِ ناخواستہ اس نے فون کان سے لگا لیا۔

''بڑی دیر لگا دی فون اٹھ کرتے ہوئے کیا کر رہے تھے؟'' دوسری طرف سے عاشی کی آواز آئی۔

''باتھ روم میں تھا۔'' زبیر نے بہانہ کیا۔

''آج انٹرویو ہو گیا؟'' عاشی نے پوچھا۔

''ہاں انٹرویو تو ہو گیا ہے لیکن.....''

''لیکن کیا؟''

''مجھے لگتا ہے کہ کسی سفارشی کو ہی نوکری ملے گی۔ میں نے کچھ ایسا وہاں دیکھا بھی ہے جس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ نوکری سفارشی کو ہی ملے گی۔'' زبیر کا لہجہ اداس اور مایوس تھا۔

''اب میں امی ابو سے کیا کہوں؟ وہ میری شادی کے لیے ضد کیے جا رہے ہیں اور مجھے زور دے رہے ہیں کہ میں کامران سے شادی کر لوں۔'' عاشی نے جلدی سے کہا۔

''یہ کامران کون ہے؟'' زبیر نے جاننا چاہا۔

''میرا کزن ہے۔ اپنا بزنس کرتا ہے۔ خوشحال ہے، گاڑی ہے اس کے پاس، لیکن میں مسلسل ٹال رہی ہوں اور اس انتظار میں ہوں کہ تمہیں نوکری ملے تو میں تمہاری بات کروں۔'' عاشی نے کہا۔

''تم میری بات کر لو۔ آج نہیں تو کل مجھے نوکری مل ہی جائے گی۔'' زبیر بولا۔ ''میں بھی اپنے والدین کے

www.urdupalace.com

سامنے تمہارا ذکر کر دیتا ہوں۔''

''کیا بات کروں؟ انہیں کیا بتاؤں کہ لڑکا اپنے والد صاحب کے جنرل اسٹور پر کام کرتا ہے؟ میرے والدین کو کما ؤ لڑکا چاہیے۔ تم جلدی سے نوکری تلاش کرو ورنہ.....''

''ورنہ کیا عاشی؟''

''میں اور کتنا ٹالوں گی اُن کو؟ کتنے بہانے کرلوں گی۔ تم سمجھنے کی کوشش کرو۔'' عاشی کہتے ہوئے اداس ہوگئی۔

''عاشی میں کوشش کر رہا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ جلدی نوکری مل جائے گی۔'' زبیر نے بے چارگی سے کہا۔

''تمہاری اس کوشش نے میرے پاؤں باندھ رکھے ہیں۔ میں نے کبھی ان سے تمہارا ذکر بھی نہیں کیا۔ اگر تم نوکری کر رہے ہوتے تو میں اپنی پسند کا اظہار کر دیتی۔'' عاشی نے کہا۔

''تین ماہ سے نوکری کے لیے کوشش کر رہا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ جلدی نوکری مل جائے گی۔ اس سے پہلے کہ تم کو وہ مجبور کر کے کامران کے ساتھ باندھ دیں تم ان کو ہمارے گھر تو بھیجو۔''

''میں ایسا نہیں کر سکتی۔ میرے ابو اس معاملے میں بہت سخت ہیں۔ شادی سے پہلے وہ تمہاری نوکری کی بھی جانچ پڑتال ایسے کریں گے جیسے بال سے کوئی کھال اتار رہا ہو اور تمہارے پاس نوکری ہی نہیں ہے۔ تم اُن کے ایک سوال کا بھی جواب نہیں دے سکو گے۔ میں اپنے ابو کو اچھی طرح سے جانتی ہوں۔''

''میں کہیں نہ کہیں اور کوشش کرتا ہوں۔'' زبیر بولا۔

''میں تمہارا ساری زندگی انتظار کر سکتی ہوں لیکن میرے امی ابو اتنا طویل انتظار نہیں کر سکتے۔ تم جتنی جلدی ہو سکتا ہے نوکری کا بندوبست کرو۔ او کے بائے۔'' عاشی نے کہہ کر فون بند کر دیا۔

زبیر بیٹھا سوچتا رہا۔ پھر یکدم اس نے موبائل فون نکالا اور عاشی سے دوبارہ بات کرنے کے لیے اس کا نمبر ملایا تو اسے پتا چلا کہ اس کے فون میں بیلنس نہیں ہے۔ اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا تو پانچ روپے کا سکہ تھا۔ جب سے وہ نوکری سے نکالا گیا تھا وہ اپنی ضرورت کے لیے اپنے باپ سے پیسے مانگ رہا تھا۔ اس کا دوست طارق ہوٹل میں ہیڈ ویٹر تھا۔ وہ کئی بار اس کے ساتھ اس ہوٹل میں ویٹر کے طور پر کام کرنے بھی چلا جاتا تھا۔ ٹپ سے اس کا اچھا خاصا خرچہ نکل آتا تھا۔ اب اس کے پاس پانچ روپے رہ گئے تھے۔ اس نے سوچا کہ وہ طارق کو کہہ کر اس کے ساتھ پھر ویٹر کے کام کے لیے کھڑا ہو جائے۔ ہفتے تک خرچہ بن جائے تو اسے اپنے باپ سے پیسے نہیں مانگنے پڑیں گے۔

عاشی کے ساتھ اس کی دوستی دو سال سے برقرار تھی۔ دونوں کی دوستی محبت میں تبدیل ہو چکی تھی اور دونوں شادی کرنا چاہتے تھے۔ اگر وہ نوکری سے نکالا نہ جاتا تو عاشی اس کے بارے میں اپنے والدین سے بات کر چکی ہوتی لیکن عاشی کا باپ اپنی بیٹی کے لیے ایسا رشتہ تلاش کر رہا تھا جو اچھی نوکری پر، یا اپنا کاروبار کرتا ہو۔ عاشی ان کے سامنے جھوٹ نہیں بول سکتی تھی اور زبیر کے پاس اب کوئی نوکری نہیں تھی۔

اسی اثنا میں زبیر کا دوست طارق آ گیا۔ طارق جس ہوٹل میں ہیڈ ویٹر تھا وہ ہوٹل شہر کا مقبول ہوٹل تھا جہاں آدھی رات تک لوگ کڑھائی گوشت، مچھلی، تکے، بریانی، آئس کریم اور وہاں کا تیار کیا ہوا کھانا کھانے جاتے تھے۔

''ڈیوٹی پر جا رہے ہو؟'' زبیر نے پوچھا۔

''ہاں۔ تم سناؤ نوکری ملی؟'' طارق بولا۔

''نہیں ملی یار۔'' زبیر مرجھا سا گیا۔ ''اب تو جیب میں بس پانچ روپے رہ گئے ہیں۔ ابا سے بار بار مانگتے ہوئے شرم آنے لگی ہے۔''

''میں یہی پوچھنے آیا تھا کہ اگر کام کرنے کا موڈ ہے تو میرے ساتھ چلو۔ دو لڑکے چھٹی پر ہیں۔''

زبیر نے اس کی طرف دیکھا۔ ''ٹپ مل رہی ہے ناں؟''

''کل ایک بڑی فیملی آ گئی تھی۔ چھتیس سو ساٹھ روپے کا بل بنا تھا۔ انہوں نے میری پلیٹ میں چار ہزار روپے رکھے اور یہ کہہ کر اُٹھ گئے کہ بقایا تم رکھ لینا۔'' طارق نے اسے حیران کر دیا۔

''کیا واقعی.....؟'' زبیر چونکا۔

''ہاں واقعی..... چلو میرے ساتھ دو، چار دن کام کر لو، جیب خرچ بن جائے تو چھوڑ دینا۔ اس دوران شاید تمہاری نوکری کا انتظام ہو جائے۔ کم از کم کسی کے سامنے اپنی ضرورت کے لیے ہاتھ تو نہیں پھیلاؤ گے۔''

''اسی لیے تو تمہارے ساتھ چلا جاتا ہوں۔ میری ڈیوٹی اچھی جگہ لگا نا جہاں ٹپ اچھی بن جائے۔'' زبیر بولا۔

''تم فکر نہیں کرو۔ اب جلدی چلو۔'' طارق نے کہا۔

زبیر اس کے ساتھ اُٹھ کر چلا گیا۔ دونوں ہوٹل پہنچ گئے۔ طارق نے زبیر کو یونیفارم پہنا دیا اور کام پر لگا دیا۔ زبیر چند بار اس ہوٹل میں کام کر چکا تھا۔ اسے کام کرنے

www.urdupalace.com

میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی تھی بس یہی خیال رہتا تھا کہ اس کا کوئی رشتے دار اسے یہ کام کرتا ہوا نہ دیکھ لے۔

رات بارہ بجے اس کی ڈیوٹی ختم ہوگئی۔ اس نے کپڑے تبدیل کیے اور اور کام کے دوران میں ملنے والی ٹپ گنی تو وہ پورے ڈھائی سو روپے تھے۔ طارق نے اس کی ڈیوٹی ایسی جگہ لگائی تھی جہاں عام لوگ کھانا کھانے کے لیے زیادہ آتے تھے۔ اس لیے وہ کھل کر ٹپ بھی نہیں دے کر گئے تھے۔ پھر بھی اس کے لیے ڈھائی سو روپے کافی تھے۔ اس نے سوچا کہ اگر وہ ایک ہفتہ یہ کام کرلے تو اس کے پاس اتنے پیسوں کا انتظام ہوجائے گا کہ اسے کہیں آنے جانے کے لیے کسی سے پیسے نہیں مانگنے پڑیں گے۔

☆☆☆

حماد اور زاہد کے ساتھ ان کا ایک اور دوست نعیم بھی بیٹھا ہوا تھا۔ نعیم چند ہفتے قبل ان کا اچانک دوست بن گیا تھا۔ جب وہ جوئے خانے میں بڑی رقم ہارے تھے تو وہ بھی ان کے ساتھ موجود تھا۔ اور جب دونوں ہارنے لگے تھے تو نعیم نے ان کو مزید کھیلنے سے منع کیا تھا۔ نعیم دراصل بہت سے جرائم میں ملوث تھا لیکن وہ دونوں کے ساتھ ایسے تھا جیسے وہ ایک عام سا نوجوان ہو، جس کا کام بس ان کے ساتھ رہ کر ان کی چاپلوسی کرنا اور جیتنے پر کچھ مل جانے کی امید رکھنا ہو۔

حماد سوچتے ہوئے بولا۔ ''اب بھاگنے کی گنجائش نہیں ہے۔ اگر ہم نے اس بار وعدے کے مطابق تیمور خان کو رقم نہ دی تو وہ ہمیں نہیں چھوڑے گا۔ وہ بہت سفاک ہے۔''

''تم نے رقم کے لیے دوبارہ اپنے بھائی سے بات کی تھی؟'' زاہد نے پوچھا۔

''میں نے بات کی تھی۔ مجھے وہ ایک پیسہ دینے کو تیار نہیں ہیں بلکہ میری امی نے بھی بھائی کو سختی سے منع کردیا ہے اور چچا کو بھی ہدایت دے دی ہے کہ اگر انہوں نے مجھے کوئی پیسہ دیا تو وہ اپنی ذمے داری پر دیں گے۔''

''اس کا مطلب ہے کہ وہ امید بھی ختم ہوگئی ہے۔'' زاہد نے کہہ کر اپنے ہونٹ بھینچ لیے۔

''ہاں اب امید کا وہ دروازہ بند ہوگیا ہے۔ اب کیا کریں، کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔'' حماد مضطرب ہوگیا۔ ''شہر چھوڑ کر بھاگ جائیں تو وہ ڈھونڈ نکالے گا۔ چار دن کی مہلت میں ایک دن گزر گیا ہے۔''

''اب تو پھر کسی کو اغوا کرنا ہی باقی رہ گیا ہے۔'' نعیم نے اچانک لقمہ دیا تو دونوں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

''کیا کہا تم نے؟'' حماد نے پوچھا۔ ''رقم کے لیے کسی کو اغوا کرلیں؟''

''تیمور خان کی وہ آخری مہلت ہے۔ اب وہ مزید وقت نہیں دے گا۔ ہم سب جانتے ہیں۔ کہیں سے بھی رقم کا انتظام کرنا اب ممکن نہیں رہا ہے۔ اپنی جان بچانے کے لیے اب کچھ تو کرنا ہی پڑے گا۔ اس کے لیے ایک راستہ تو یہ ہے کہ کسی موٹی پارٹی کو اغوا کرکے اس سے تاوان لے کر تیمور خان کو رقم لوٹا دو۔ اس کے لیے میں تم دونوں کی یہ مدد کرسکتا ہوں کہ میرے پاس ایک خالی مکان ہے۔ مغوی کو ہم وہاں رکھ سکتے ہیں۔'' نعیم نے دونوں کی طرف باری باری دیکھتے ہوئے اپنی بات مکمل کی۔ نعیم ایسے بات کررہا تھا جیسے کہ یہ سب بہت آسان ہو۔

نعیم کی بات سن کر دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ دونوں کے جسم میں عجیب سا احساس سرایت کرگیا تھا۔ دل کی دھڑکن بھی کچھ منتشر سی ہوگئی تھی۔ اس خیال نے دونوں کو سوچنے پر مجبور کردیا تھا۔ اپنی جان بچانے کے لیے انہیں کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ نعیم نے ان کو نیا راستہ دکھا دیا تھا۔

''تمہاری نظر میں ہے کوئی جسے ہم اغوا کرسکیں؟'' حماد نے پوچھا۔ اس کا لہجہ دھیما اور پُراسرار سا تھا۔

''اغوا بڑے خطرے والا کام ہے۔ ہم نے پہلے کبھی ایسا کام کیا نہیں ہے۔'' زاہد کے چہرے سے خوف مترشح تھا۔

''ہمیں کچھ تو کرنا پڑے گا۔ ورنہ وہ ہم دونوں کو نہیں چھوڑے گا۔ ہم دونوں نے اس کی رقم دینی ہے۔ اکتیس لاکھ روپے میں اکیلا نہیں ہارا تھا۔ تم بھی میرے ساتھ تھے۔'' حماد نے جلدی سے اس کی طرف دیکھ کر خشک لہجے میں کہا۔ زاہد چپ ہوگیا۔ وہ جانتا تھا کہ حماد اس کے ساتھ نرمی کا مظاہرہ کررہا ہے ورنہ وہ آدھے پیسوں کا انتظام کرنے کے لیے اسے بھی مجبور کرسکتا تھا۔ حماد نے اس سے قبل اسے یہ بات نہیں کہی تھی، مگر اس وقت اس نے زاہد کو یہ احساس دلا دیا تھا کہ رقم اس کو اکیلے ادا نہیں کرنی ہے۔ تو یہ اس کے اندر کی پریشانی تھی جو اس کے لبوں پر آگئی تھی۔ حماد ایک بار پھر نعیم کی طرف متوجہ ہوا۔ ''تم بتاؤ..... ہم یہ کام کیسے کرسکتے ہیں؟''

''اس بارے میں سوچ سکتے ہیں کہ کسے اغوا کیا جائے۔ ہاں ایک بزنس مین ہے۔ بہت پیسے والا ہے اور

www.urdupalace.com

بہت ڈرپوک بھی ہے اسے اغوا کیا جاسکتا ہے۔'' نعیم بھی بہت بڑا چال باز تھا۔ اس کام میں اس کا اپنا مفاد بھی وابستہ تھا۔

یکدم زاہد چونکا۔ ''ہم کسی اور کو اغوا کرنے کا خطرہ کیوں لیں؟''

''تو پھر کیا کریں؟'' حماد جلدی سے اس کی طرف متوجہ ہوا۔ نعیم نے بھی اپنے کان کھڑے کر لیے تھے۔

''ہم یہ کام آسانی سے کر سکتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ کام بھی ہوجائے گا اور ہم بالکل محفوظ بھی رہیں گے۔'' زاہد پُرجوش تھا۔

''تم کہنا کیا چاہتے ہو؟'' حماد اس کی طرف دیکھ رہا تھا جبکہ نعیم کے کان اس کی طرف تھے۔

''یہ خیال ابھی اچانک میرے دماغ میں آیا ہے۔ تم جانتے ہو کہ میری منگیتر انگلینڈ میں ہوتی ہے۔ وہ کچھ دن ہمارے پاس رہنے اور یہاں گھومنے کے لیے اکیلی آرہی ہے۔ اس کی آج رات آٹھ بجے فلائٹ ہے۔ اسے لینے کے لیے میں جارہا ہوں۔ اگر وہ راستے سے اغوا ہوجائے تو ہمارا مسئلہ حل ہوسکتا ہے۔'' زاہد نے اپنی بات کہتے ہوئے دونوں کی طرف باری باری دیکھا۔

اس کی بات سن کر حماد کی آنکھیں پھیل گئیں۔ نعیم بھی اس کا چہرہ تک رہا تھا۔ جب حماد کچھ نہ بولا تو نعیم نے کہا۔

''اسے اغوا کرنا اور تاوان لینا تو بہت ہی آسان ہوگا۔ اسے اغوا کرنے کا منصوبہ میں بتا سکتا ہوں۔''

''جلدی سے بتاؤ.....'' حماد نے اپنی سوالیہ نگاہیں اس کے چہرے پر مرکوز کردیں۔ وہ بے چین سا ہوگیا تھا۔

نعیم نے کچھ دیر کے لیے سوچا اور پھر بولا۔

''ائرپورٹ سے واپس آتے ہوئے ایک سڑک کنال روڈ کی طرف بھی نکلتی ہے۔ جو تمہارے گاؤں جانے کا شارٹ کٹ راستہ ہے۔ وہ سڑک ذرا ویران ہوتی ہے۔ اس سڑک کے ساتھ بڑی اور مصروف سڑک ہے اور اسی سڑک پر شہر کا مشہور ہوٹل ہے۔ اگر زاہد اسے لے کر اس سڑک پر آجائے اور اچانک اپنی کار بند کردے اور یہ ظاہر کرے کہ پیٹرول ختم ہوگیا ہے اور ڈکی سے خالی بوتل نکال کر اپنی منگیتر سے کہے کہ وہ اس جگہ انتظار کرے، وہ ابھی پیٹرول لے کر آتا ہے۔ یہ جیسے ہی پیٹرول لینے جائے گا، ادھر ہم گن پوائنٹ پر اس کی منگیتر کو اپنی کار میں بٹھا کر سیدھا اس مکان میں لے جائیں گے جو اس وقت خالی ہے۔'' نعیم نے اپنی بات ختم کر کے دونوں کی طرف باری باری دیکھا۔ حماد اور زاہد اس کی طرف دم بخود دیکھ رہے تھے۔

''وہ اس ویران سڑک پر اکیلی کیسے انتظار کرسکتی ہے۔ وہ کہے گی کہ وہ بھی ساتھ ہی چلے گی۔'' زاہد بولا۔

''وہ کہے گی۔ یقیناً کہے گی لیکن اسے روکنا ہے۔ اور اسے یہ کہنا ہے کہ تم بالکل پیچھے سڑک پر جارہے ہو۔ اور گاڑی کا بھی خیال رکھنا ہے اور یقیناً گاڑی میں اس کا سامان بھی ہوگا۔'' نعیم نے کہا۔

''نعیم ٹھیک کہہ رہا ہے۔ تمہاری منگیتر کو اغوا کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہوگا۔ لیکن اس کے گھر والے تو انگلینڈ میں رہتے ہیں۔ ان سے رابطہ کیسے ہوگا اور پیسے کیسے آئیں گے؟'' حماد بولا۔

''وہ تو میں گھر جاکر انہیں فون کردوں گا کہ فرح کو کچھ لوگ اغوا کر کے لے گئے ہیں۔ فرح کا ایک ماموں یہاں بھی رہتا ہے۔ بہت امیر کبیر ہے، وہ اس کے ذریعے سے تاوان کی رقم دلا دیں گے۔ فرح کی جان بچانے کے لیے وہ ایک لمحہ بھی دیر نہیں کریں گے۔'' زاہد نے بتایا۔

''بس طے ہوگیا۔ ہم تمہاری منگیتر فرح کو اغوا کر کے نعیم کے خالی مکان میں لے جائیں گے۔ اس سے آسان اغوا ہم اور کوئی نہیں کرسکتے۔ تیمور خان کی رقم لوٹا کر ہم کچھ دن کے لیے شہر سے باہر چلے جائیں گے۔ فرح کو جب اغوا کر کے ہم اس مکان میں لے جائیں گے تو تم اس کے سامنے نہیں جاؤ گے۔ تاوان وصول کرنے کے بعد ہم اسے تمہارے حوالے کردیں گے۔ اسے شک بھی نہیں ہوگا کہ تم ہمارے ساتھ شامل تھے۔'' حماد نے پُرجوش انداز میں کہا۔

''اس کام کے لیے میری ایک شرط ہوگی۔'' نعیم ان کو راستہ بتانے کے بعد بولا۔

''وہ کیا شرط ہوگی؟'' حماد نے فوراً اس کی طرف دیکھا۔

''تم جتنا چاہو تاوان لو مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ مکان میں جگہ اور تم دونوں کا سانھ دینے کے لیے میں صرف ایک لاکھ روپیہ لوں گا۔'' نعیم نے کہا لیکن اس کے دل میں ایک چال چھپی ہوئی تھی۔

''تمہیں ایک لاکھ دے دیں گے لیکن تم ہمارا پورا ساتھ دو گے... اور اسلحے کا انتظام بھی تم ہی کرو گے۔'' حماد نے کہا۔

''اسلحہ کرائے پر لینا پڑے گا۔ بیس، تیس ہزار وہ لے لیں گے۔'' نعیم نے جان بوجھ کر کہہ دیا حالانکہ اسلحہ اس کے پاس تھا۔

www.urdupalace.com

''چلو وہ بھی دے دیں گے۔'' حماد نے بے پروائی سے ہاتھ کو جھٹکا دیا۔ ''تم تب تک ہمارا ساتھ دو گے جب تک ہم اُن سے تاوان کی رقم نہیں لے لیں گے۔''

''میں تم دونوں کا پورا ساتھ دوں گا۔'' نعیم مسکرایا۔

حماد، زاہد کی طرف متوجہ ہوا۔ ''تم کیا کہتے ہو؟ تم تیار ہو؟''

''ہاں بالکل تیار ہوں۔ کسی اور کو اغوا کرنا ہمارے بس میں نہیں ہے، یہ کام ہم آسانی سے کر سکیں گے۔'' زاہد بولا۔

''جتنی رقم مانگیں گے مل تو جائے گی نا؟'' حماد نے ایک بار پھر تسلی چاہی۔

''ہم زیادہ سے زیادہ پچاس لاکھ روپیہ مانگیں گے۔ تاکہ وہ آسانی سے دے دیں اور ہمارا کام ہو جائے۔'' زاہد نے کہا۔

''ایک کروڑ مانگو گے تو پچاس لاکھ پر بات ختم ہو گی۔'' نعیم نے مداخلت کی۔

''نعیم ٹھیک کہہ رہا ہے۔'' حماد نے اس کی بات پر اتفاق کیا۔ ''اگر ہم پچاس لاکھ روپے مانگیں گے تو آدھے پر بات طے ہو گی۔''

''فرح کی آٹھ بجے فلائٹ آئے گی۔ کم از کم ایک گھنٹا ائیرپورٹ پر لگ جائے گا اور میں اسے لے کر اس سڑک پر پہنچ جاؤں گا۔ میرا موبائل فون پر تم سے رابطہ رہے گا۔'' زاہد نے اپنی گھڑی کی طرف دیکھا۔

''تم جو بات بھی کرو گے کورڈ ورڈز میں کرو گے۔ جیسے ہی ائیرپورٹ سے نکلو گے تم کال کر کے کہو گے میل ہو گئی ہے۔ پھر جیسے ہی تم اس سڑک پر آؤ گے تو فون پر کہو گے کہ آپ کی میل کا جواب نہیں آیا ہے۔'' نعیم نے سمجھایا۔

''سڑک پر ہم پہلے سے موجود ہوں گے۔ اس لیے وہاں آ کر اسے کال کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' حماد نے کہا۔

''سڑک کے بجائے ہم اس چوک پر موجود ہوں گے جہاں سے زاہد اس سڑک پر جانے کے لیے اپنی کار موڑے گا۔ اس کے کچھ دیر کے بعد ہم بھی چل پڑیں گے۔'' نعیم بولا۔

''تمہاری یہ بات بھی ٹھیک ہے۔'' حماد نے کہا۔

''کام جتنی جلدی ہو جائے اتنا ہی بہتر ہے۔'' زاہد نے تاکید کی۔ ''کوشش یہی کرنا کہ کام جلدی سے جلدی مکمل ہو جائے۔''

''فرح کو اغوا کے بعد ہم اپنی ڈیمانڈ کریں گے، یہ اُن پر منحصر ہے کہ وہ کب ہماری ڈیمانڈ پوری کرتے ہیں۔'' حماد نے دونوں کی طرف دیکھا۔

''ہم ان کو صرف چار گھنٹے کا وقت دیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ فرح کا جو ماموں یہاں رہتا ہے، اس سے ہمیں رقم مل جائے گی۔'' زاہد نے کہا۔ ''جیسے ہی تم فرح کو لے جاؤ گے میں فوراً گھر چلا جاؤں گا۔''

''تم گھر نہیں جاؤ گے بلکہ ہمارے پیچھے اس گھر تک آؤ گے اور کچھ دیر کے بعد جاؤ گے تاکہ تم اپنے گھر والوں پر یہ ثابت کر سکو کہ تم نے فرح کے اغوا کے بعد ان کا دور تک پیچھا بھی کیا تھا۔'' نعیم نے پھر تجویز دی۔

''نعیم ٹھیک کہہ رہا ہے۔ ایک بار ہم وہاں پہنچ کر فرح کو اچھی طرح سے باندھ دیں گے اور آپس میں کچھ مشورہ بھی کر لیں گے۔'' حماد نے کہا۔

''ٹھیک ہے ایسا ہی ہو گا۔'' زاہد نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

اس کے بعد انہوں نے مزید آپس میں کچھ معاملات طے کیے اور تھوڑی دیر کے بعد وہ تینوں وہاں سے چلے گئے۔

☆☆☆

زبیر نے طارق سے کہا کہ وہ اس کی ڈیوٹی کسی ایسی جگہ پر لگائے جہاں سے اسے اچھی ٹپ ملے۔ وہ زیادہ دن ویٹر بن کر کام نہیں کرنا چاہتا۔ چند دن کا خرچہ جمع ہو جائے تو وہ فی الحال یہ کام چھوڑ دے گا۔ طارق نے اسے یقین دلایا کہ وہ آج اس کی ڈیوٹی ایسی جگہ لگائے گا جہاں فیملی آ کر بیٹھتی ہیں۔ وہاں ٹپ کی صورت میں اچھے پیسے بن جاتے ہیں۔

زبیر یونیفارم میں اپنی ڈیوٹی دے رہا تھا کہ طارق نے اسے بتایا کہ سات نمبر کیبن میں ایک فیملی آئی ہے وہ جا کر ان سے آرڈر لے۔ زبیر جیسے ہی اس کیبن میں داخل ہوا وہ ٹھٹک گیا۔ سامنے عاشی اپنے والدین ایک چھوٹی بہن اور دو چھوٹے بھائیوں کے ساتھ بیٹھی تھی۔ عاشی اسے اس حلیے میں دیکھ کر دنگ رہ گئی۔ زبیر کو ویٹر کے لباس میں دیکھ کر اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس کے سامنے زبیر ہی کھڑا ہے۔ وہ آنکھیں پھاڑے اسے ہی دیکھے جا رہی تھی جبکہ زبیر کے پاس نگاہیں چرانے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ ایک لمحے اس کا دل چاہا کہ وہ فوراً چلا جائے لیکن جانے کیوں وہ رک گیا۔

عاشی کا باپ مینیو پڑھ رہا تھا۔ اس نے پہلے سب کی

www.urdupalace.com

رائے لی کہ کس کو کیا کھانا ہے اور پھر اس نے رعب دار انداز میں زبیر کو آرڈر لکھوایا اور تحکمانہ لہجے میں بولا۔

''سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہو۔ کوئی کمی نہ ہو اور ذرا جلدی لے آنا۔''

زبیر جانے لگا تو عاشی کے باپ نے اسے پھر روک لیا۔ ''سنو۔''

''جی سر؟'' زبیر نے رک کر پوچھا۔

''یہ ٹیبل اچھی طرح سے صاف کرو۔'' عاشی کے باپ نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ زبیر نے کپڑے سے میز صاف کر دی۔ عاشی کی نگاہیں اس وقت بھی زبیر پر ہی مرکوز تھیں۔

''آرڈر جلدی لے کر آنا۔'' ایک بار پھر عاشی کے باپ نے کہا۔

''یس سر۔'' زبیر کہہ کر کیبن سے باہر نکل گیا اور عاشی دم بخود سوچتی رہ گئی۔ زبیر نے آرڈر لکھوایا اور سوچنے لگا کہ وہ اسی وقت یہاں سے چلا جائے لیکن پھر اس نے سوچا کہ اب جو ہونا تھا، ہو چکا ہے۔ وہ بعد میں عاشی کو سب کچھ سمجھا دے گا اور وہ کوئی غلط کام نہیں کر رہا تھا۔ اسی اثنا میں طارق نے اسے آواز دی اور اس کا دھیان دوسرے کام کی طرف چلا گیا۔ پھر زبیر نے ان کا آرڈر پورا کیا اور ایک ایک چیز ان کے سامنے سجا دی۔ عاشی ہی جانتی تھی کہ وہ زبیر ہے۔ وہ اسے ہی دیکھے جا رہی تھی اور زبیر اس سے آنکھیں بھی نہیں ملا پا رہا تھا۔

عاشی کی فیملی نے ہنستے کھیلتے، باتیں کرتے ہوئے کھانا کھایا اور عاشی کھاتے ہوئے بھی سوچ رہی تھی کہ اس کا مطلب ہے کہ زبیر اس کے ساتھ جھوٹ بول رہا تھا۔ اس نے یہ کہا تھا کہ وہ نوکری کے لیے انٹرویو دے کر آیا ہے۔ اور خود وہ ایک معمولی ویٹر ہے۔ اگر اس نے نہیں نوکری کے لیے انٹرویو دیا ہوتا تو اسے یہ نوکری کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

عاشی نے خود ہی یہ اندازہ کر لیا کہ زبیر اس سے جھوٹ بول رہا ہے دراصل وہ یہی کام کرتا ہے۔

کھانا ختم ہو گیا تو زبیر نے آکر پوچھا۔ ''کچھ اور چاہیے سر؟''

''بل لے آؤ۔'' عاشی کے باپ نے کہا اور زبیر برتن سمیٹ کر باہر نکل گیا۔ عاشی بغور دیکھ رہی تھی کہ جس طرح سے زبیر نے برتن سمیٹ کر ٹرے میں رکھے تھے یہ کسی ایسے آدمی کا کام نہیں ہو سکتا جو یہاں بہت دیر سے کام نہ کرتا رہا ہو۔ اب عاشی کیا جانے کہ زبیر اس سے پہلے بھی گاہے بگاہے یہ کام کرتا رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد زبیر بل لے آیا۔ عاشی کے باپ نے بل دیکھا اور جیب سے پیسے نکال کر اس کی ٹرے میں رکھ دیئے۔ جب زبیر پیسے واپس لے کر آیا تو عاشی کے باپ نے سو سو کے دو نوٹ اُٹھا لیے اور پچاس روپے پڑے رہنے دیئے۔

''یہ تمہارا انعام۔''

''سوری سر میں ٹپ نہیں لیتا۔'' زبیر نے جلدی سے کہا۔

اس نے زبیر کی طرف حیرت سے دیکھا۔ ''تم ٹپ نہیں لیتے؟ تم لوگوں کا تو گزارا ہی ٹپ پر ہوتا ہے، رکھ لو۔''

''میں نہیں لوں گا سر۔'' زبیر نے پُر اخلاق لہجے میں انکار کیا۔

''پپا شاید ٹپ کم ہے۔ آپ سو روپیہ اور رکھ دیں۔'' عاشی نے کہا تو زبیر کو لگا جیسے عاشی نے اس کے سینے میں کوئی تیز دھار چیز گھونپ دی ہو۔ وہ پھر طنزیہ لہجے میں بولی۔ ''بلکہ میں اپنی طرف سے بھی ٹپ دیتی ہوں۔'' عاشی نے کہہ کر اپنے پرس سے سو کا نوٹ نکالا تو اس کا باپ جلدی سے بولا۔

''کیا کر رہی ہو۔ پچاس روپے بہت ہیں۔ یہ نوٹ اپنے پاس رکھ لو۔''

''کوئی بات نہیں پپا' ان بے چاروں کا ہماری دی ہوئی بخشش پر ہی تو گزارا ہوتا ہے۔'' عاشی نے اس کے سینے پر نشتر چبھو دیا۔

زبیر کے لیے اب رکنا محال تھا۔ وہ تیزی سے باہر نکلا اور تقریباً بھاگتا ہوا اس کمرے کی طرف گیا جہاں کپڑے بدلے جاتے تھے۔ اس نے کپڑے بدلے اور باہر نکل کر تیز تیز قدموں سے ایک طرف جانا شروع کر دیا۔ پیچھے سے طارق نے آواز دی۔

''کہاں جا رہے ہو؟ کیا ہوا ہے؟''

''میں جا رہا ہوں۔'' زبیر نے بغیر رکے جواب دیا۔

''کیا ہوا ہے؟'' طارق نے جاننا چاہا۔

''کچھ نہیں۔'' زبیر نے کہہ کر اپنی رفتار اور بھی تیز کر لی اور تیزی سے ہوٹل سے باہر نکل گیا۔ عاشی کے باپ کا لہجہ اور عاشی کا طنز اس کے دل و دماغ میں زہر گھول رہا تھا۔ وہ تیز تیز قدم اُٹھاتا سڑک پر آ گیا۔ سڑک پر ٹریفک رواں دواں تھی۔ اس نے ٹریفک کی کوئی پروا نہیں کی اور سڑک کی

www.urdupalace.com

دوسری جانب چل پڑا۔ قسمت ہی تھی کہ زبیر کو اس سبک ٹریفک میں سڑک عبور کرنے کا خیریت سے موقع مل گیا اور وہ سڑک کی دوسری طرف چلا گیا۔

اس سڑک سے ہوکر وہ کنال روڈ کی طرف جانے والی سڑک پر چلنے لگا۔ اس سڑک پر نو بجے تک آنا جانا لگا رہتا تھا اس کے بعد اِکا دُکا ہی کوئی دکھائی دیتا تھا۔ وہ چوڑی سڑک تھی اور سڑک کے دائیں بائیں کچھ کچھ فاصلوں پر درخت بھی ایستادہ تھے۔ جبکہ اسٹریٹ لائٹس کا بھی کوئی خاص انتظام نہیں تھا۔ فاصلوں پر لگی اسٹریٹ لائٹس کہیں روشن تھیں اور کہیں اندھیرا تھا۔ زبیر چلتا ہوا ایک جگہ رک گیا اور تیز تیز سانس لینے لگا۔

وہ عاشی کے لہجے سے جان چکا تھا کہ اس کی محبت کا اختتام ہو چکا ہے۔ عاشی نے ٹپ دیتے ہوئے جو لہجہ اپنایا تھا، اس سے صاف عیاں تھا کہ... اب وہ کوشش کرنے کے باوجود عاشی کو اپنی صفائی سے مطمئن نہیں کر سکے گا۔

زبیر چند قدم اور چلا اور ایک درخت کے ساتھ ٹیک لگا کے بیٹھ گیا۔ اس جگہ اندھیرا تھا۔ وہ اس قدر شکستہ دل تھا کہ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ اسی جگہ بیٹھ کر زندگی گزار دے۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ دور تک بھاگتا چلا جائے۔ زبیر درخت کے ساتھ گھسٹتا ہوا نیچے بیٹھ گیا۔

کچھ دیر ہی گزری تھی کہ ایک سفید کار آتی نظر آئی اور اس نے ایک دو جھٹکے لیے اور سڑک کے عین درمیان رک گئی۔ زبیر کی توجہ اس جانب ہوگئی اور وہ اپنا غم بھول گیا۔ کار اس سے کچھ آگے تھی اور وہ کار کے عقب میں اندھیرے کا حصہ بنا ہوا تھا۔

اچانک کار کا دروازہ کھلا اور جو نوجوان کار سے باہر نکلا تو زبیر اسے پہلی نظر میں ہی پہچان گیا کہ وہ وہی نوجوان تھا جو اس دن آفس میں آیا تھا جب وہ انٹرویو دینے کے لیے وہاں بیٹھا تھا، اور اس کے ساتھی نے اس کا نام زاہد لیا تھا۔ زاہد کے باہر نکلتے ہی پسنجر سیٹ کا دروازہ کھلا اور ایک خوبصورت اور پُرکشش لڑکی باہر نکلی۔

''فرح تم اندر بیٹھ جاؤ۔ گاڑی میں پیٹرول ختم ہو گیا ہے۔ میں ابھی پیٹرول لے کر آیا۔''

''میں یہاں ویرانے میں کیسے گاڑی کے اندر بیٹھ سکتی ہوں؟'' فرح نے دائیں بائیں دیکھا۔

''یہ ساتھ ہی مین سڑک ہے وہاں سے مجھے پیٹرول مل جائے گا۔ بس دس منٹ لگیں گے۔'' زاہد نے کہا۔

''میں یہاں نہیں رک سکتی، تم مجھے بھی ساتھ ہی لے چلو۔'' فرح کے چہرے سے خوف مترشح تھا۔

''گاڑی یہاں کھڑی ہے۔ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر تمہارا سامان پڑا ہے۔ تم گاڑی اندر سے لاک کر کے بیٹھ جاؤ میں بس گیا اور آیا۔'' زاہد نے اسے تسلی دی۔

فرح تذبذب کا شکار تھی۔ پھر وہ بولی۔ ''تم جلدی آنے کی کوشش کرنا۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔''

''میں بس یوں گیا اور یوں آیا۔ مجھے بھی پتا ہے کہ تم یہاں اکیلی ہو میں بس پیٹرول لے کر آیا۔'' زاہد نے کہہ کر ڈکی کھولی اور اندر سے پلاسٹک کی خالی بوتل نکال لی۔ پھر اس نے ڈکی بند کر دی۔ لیکن ڈکی ٹھیک سے بند نہیں ہوئی تھی۔

فرح نے ڈرتے ہوئے پسنجر سیٹ کا دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ گئی۔ زاہد تیزی سے سڑک کی طرف چلا گیا۔ فرح گاڑی کے اندر بیٹھی ڈر رہی تھی اور دائیں بائیں دیکھ رہی تھی جبکہ زبیر کا دھیان گاڑی کی طرف تھا اور وہ اُن کو دیکھتے ہوئے اپنا غم بھول گیا تھا۔

اچانک ایک کار تیزی سے وہاں آئی اور اس کار کے برابر میں ہی رک گئی۔ اس کے ساتھ ہی سرعت سے کار کے دروازے کھلے اور دو نوجوان باہر نکلے۔ ایک کو تو زبیر نے پہچاننے میں دیر نہیں کی تھی۔ وہ بھی اس دن آفس میں اس نوجوان کے ساتھ آیا تھا اور استقبالیہ پر جا کر جب زبیر نے

حلوا خور

کچھ لوگ حلوا گھروں میں کھاتے ہیں، کچھ ہوٹلوں میں بیٹھ کر کھاتے ہیں اور کچھ اسمبلی میں کھاتے ہیں۔ اس طرح دنیا بھر میں لوگ حلوا کھاتے ہیں اور اپنے اپنے انداز میں کھاتے ہیں۔ حلوے کی بھی کئی اقسام ہیں۔ قسم قسم کے حلوے ایجاد ہو گئے ہیں۔ طرح طرح کے نام ہیں۔ کوئی کھانے والا ہے تو کوئی چبانے والا۔ کوئی چیونگم کی طرح کھانے والا تو کوئی توڑ کر کھانے والا، کوئی منہ میں ڈالتے ہی گلے میں اتر جاتا ہے اور کسی کا نوالہ گلے میں پھنس کے رہ جاتا ہے۔ گلے میں پھنسنے والا حلوا عام طور پر سیاست داں کھاتے ہیں۔ ہمارے ہاں بعض بیوروکریٹ بھی ایسے ہیں جو حلوے کے بڑے شوقین ہیں مگر وہ اسے حلوا نہیں کہتے، اسے رشوت، حصہ، محنتانہ اور فضل ربی کا نام دیتے ہیں۔ نام جو کچھ بھی ہو، مقصد تو حلوا کھانا ہے جو وہ نسل در نسل کھاتے چلے آرہے ہیں۔ سب حلوہ خور ہیں۔

www.urdupalace.com

اس کے بارے میں پوچھا تھا تو اس لڑکی نے بتایا تھا کہ اس کا نام حماد ہے اور کمپنی کے شراکت دار کا بیٹا ہے۔

زبیر کے لیے اب معاملہ کچھ حیران کن تھا۔ حماد کے ساتھ جو نوجوان تھا اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ حماد نے لڑکی کی طرف کا دروازہ کھولا اور اسے بازو سے پکڑ کر باہر کھینچا۔

''کون ہو تم..... چھوڑو مجھے.....'' فرح نے مزاحمت کی۔ اس کا چہرہ ڈر اور خوف میں نہا گیا تھا۔

''شور کیا تو گولی مار دوں گا۔'' نعیم نے سفاکانہ لہجے میں کہا۔ فرح ڈر کر چپ ہو گئی۔

''چپ چاپ ہمارے ساتھ چلو۔'' حماد نے حکم دیا۔

حماد نے کار کا پچھلا دروازہ کھولا اور دوسرے لمحے نعیم نے فرح کو کار کے اندر دھکیلا اور خود بھی اس کے برابر میں بیٹھ گیا جبکہ اس کا ریوالور فرح کی پسلی کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ فرح خوف کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ حماد نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ اس کے ساتھ ہی کار تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

زبیر کھڑا متحیر نگاہوں سے کار کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ لڑکی کے لیے کچھ نہیں کر سکا تھا۔ تب اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا جب ایک طرف سے زاہد خالی بوتل لیے نکل آیا۔ اس نے بوتل ایک طرف پھینکی اور کار کی ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھا۔ زبیر سمجھ گیا کہ یہ دونوں کا کوئی ڈراما تھا۔ اسی لمحے زبیر نے حرکت کی اور وہ تیزی سے جھکتا ہوا کار کے پیچھے پہنچا اور ڈکی کھول کر اندر چلا گیا۔ ایک جھٹکے سے کار آگے بڑھ گئی۔

حماد کی کار کی رفتار غیر معمولی تھی۔ وہ سڑک پر دوڑتی جا رہی تھی اور حماد بڑے خطرناک طریقے سے گاڑیوں کو اوور ٹیک کر رہا تھا۔ فرح متوحش نگاہوں سے سامنے دیکھ رہی تھی۔ نعیم کا ریوالور اس کی پسلی کے ساتھ لگا ہوا تھا۔

کار ایک کالونی میں داخل ہو گئی تھی۔ نعیم اسے بتانے لگا تھا کہ اسے کس گلی سے کس طرف مڑنا ہے۔ جیسے جیسے نعیم بتاتا گیا ویسے ویسے حماد کار اس طرف لے جاتا رہا۔ اب کالونی کی جس سڑک پر کار جا رہی تھی وہاں پہلے اس علاقے کا پولیس اسٹیشن آیا، اور اس سے کچھ ۔۔ مکان چھوڑ کر ایک گلی میں مڑتے ہی ایک مکان کے سامنے نعیم نے کار رکنے کے لیے کہا۔ حماد نے کار روک دی۔

''میں نے چابی ڈیش بورڈ میں رکھ دی تھی، وہاں سے چابی نکال کر گیٹ کھول کار اندر لے جاؤ۔'' نعیم نے کہا تو حماد نے ڈیش بورڈ سے چابی نکالی اور اتر کر مکان کا گیٹ کھولا اور دوبارہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر کار اندر لے گیا اور پھر اس نے کار سے اتر کر گیٹ بند کر دیا۔

نعیم نے فرح کو باہر نکالا اور وہ ریوالور کی زد میں اسے اندر لے گیا۔ اس کے پیچھے حماد تھا۔ سامنے لاؤنج تھا، دائیں طرف گھومتی ہوئی سیڑھی تھی، سیڑھی کے ساتھ ہی ایک کمرے کا بند دروازہ تھا۔ نعیم سیڑھی کی طرف بڑھا اور اسے اوپر لے گیا۔ سامنے دو کمروں کے دروازے نظر آ رہے تھے۔ ایک کمرے کا دروازہ کھول کر نعیم جیسے ہی کمرے میں گیا اس نے فرح کو سامنے دھکا دے دیا اور فرح بیڈ پر گر گئی۔ بیڈ پر گرتے ہوئے اس کی ہلکی سی چیخ بھی نکل گئی تھی۔ اس کے ساتھ ہی نعیم نے ایک بٹن دبایا اور کمرا روشن ہو گیا۔

وہ کمرا زیادہ بڑا نہیں تھا۔ اس کمرے میں ایک سنگل بیڈ تھا۔ ایک کرسی کے ساتھ چھوٹی سی میز رکھی تھی اور سامنے کمرے سے ملحق باتھ روم کا دروازہ دکھائی دے رہا تھا۔ کمرے کی اکلوتی کھڑکی کے آگے پردے لٹک رہے تھے۔ فرح بیڈ پر ٹانگیں لٹکائے گھبرائی اور خوفزدہ بیٹھی تھی۔

''اسے باندھ دو۔'' حماد نے پیچھے آ کر کہا۔

''اُسے باندھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کھڑکی پر مضبوط لوہے کی گرل ہے اور یہ بھاگ نہیں سکتی ہے۔'' نعیم بولا۔

''اس مکان سے پولیس اسٹیشن دور نہیں ہے۔ مجھے اگر پہلے پتا ہوتا تو میں یہاں آنے کا خطرہ نہ لیتا۔'' حماد نے کہا۔

''اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ ہم نے یہاں کونسا کوئی ہنگامہ کرنا ہے اور پھر بہت سے کام پولیس اسٹیشن کی ناک کے نیچے ہی ہوتے ہیں۔'' نعیم کہہ کر مسکرایا۔

''باہر آ جاؤ۔'' حماد جانے کے لیے دروازے کی طرف بڑھا۔

''مجھے کیوں یہاں لائے ہو۔'' فرح نے جلدی سے پوچھا۔

''تم چپ رہو۔ کوئی سوال نہیں..... سمجھی۔'' نعیم نے اس کے چہرے پر اپنی نظریں جما کر سفاک لہجے میں کہا، فرح سہم کر رہ گئی۔ دونوں کمرے سے باہر نکل گئے۔

اسی اثنا میں حماد کے فون پر زاہد کی کال آ گئی، وہ مکان کا پتا پوچھ رہا تھا۔ نعیم نے اسے سمجھایا اور کچھ دیر کے بعد زاہد بھی وہاں پہنچ گیا۔ کار پورچ میں کھڑی کر کے وہ نعیم کے ساتھ اندر چلا گیا۔

زبیر نے تھوڑی سی ڈکی اُٹھا کر دیکھا اور پھر جلدی

www.urdupalace.com

سے باہر نکل آیا۔ وہ دبے پاؤں میں دروازے کی طرف گیا۔ وہاں رک کر اس نے کچھ سننے کی کوشش کی جب اسے کوئی آواز نہ آئی تو وہ اندر چلا گیا۔

دائیں جانب کے کمرے کا تھوڑا سا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہاں سے آوازیں بھی آ رہی تھیں۔ زبیر اس طرف چلا گیا۔ زاہد کی آواز واضح ہوئی۔

''اب میں گھر جا رہا ہوں۔ فرح کا خیال رکھنا۔''

''بے فکر رہو، اوپر کمرے میں بند ہے وہ۔'' نعیم نے تسلی دی۔

''کوشش کرنا کہ راتوں رات ہمیں تاوان مل جائے تاکہ ہم صبح تک تیمور خان کی رقم دے کر پُرسکون ہو جائیں۔'' حماد نے کہا۔

''یہ بات ذہن میں رکھنا کہ فرح میری منگیتر ہے جسے ہم نے محض اس لیے اغوا کیا ہے تاکہ ہم تیمور خان کی رقم دے سکیں۔ فرح کو کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔'' زاہد نے متانت سے کہا۔

''تم ایسا سوچنا بھی نہیں کہ ہم فرح کے ساتھ کوئی برا سلوک کریں گے۔ بس اب تم ان سے بات کرو اور جتنی جلدی ممکن ہے ان سے پیسہ لو۔'' حماد بولا۔

''ٹھیک ہے۔ میں اب نکلتا ہوں۔'' زاہد کی آواز سنتے ہی زبیر نے جلدی سے دائیں بائیں دیکھا اور پھر سیڑھیوں کی طرف تیزی سے بڑھا اور سیڑھیاں پھلانگ کر اوپر چلا گیا۔ اس نے دو کمروں کے دروازے دیکھے۔ ابھی وہ سوچ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ اچانک اسے لگا کہ کوئی سیڑھیاں چڑھ رہا ہے۔ زبیر جلدی سے بائیں طرف ایک چھوٹی سی راہداری کے بعد نظر آنے والے اَدھ کھلے دروازے کی طرف بڑھا۔ وہ اس مکان کا اسٹور روم تھا۔ زبیر اس کے اندر چلا گیا۔ اندر اندھیرا تھا۔ وہ دیوار کے ساتھ چپک کر کھڑا ہو گیا۔

☆☆☆

زاہد سیدھا اپنے گاؤں پہنچ گیا۔ ان کا گھر کھیتوں کے سامنے دوسرے گھروں کے ساتھ تھا۔ وہ گھر بڑا، اس کا صحن کشادہ تھا۔ فرح کا تعلق بھی اسی گاؤں سے تھا۔ اس کے باپ کے پاس اچھی خاصی زمین تھی۔۔۔۔ فرح نے شہر میں تعلیم حاصل کی تھی۔ وہ اس گاؤں میں اپنے بالوں کی ایک لٹ ماتھے پر گرا کر اور اکثر نیلا گولڈن دھاری دار دوپٹا اوڑھ کر رہتی تھی۔ اسے نیلا رنگ بے حد پسند تھا۔ اور جب تک وہ گاؤں میں رہی، اس کی خوبصورت آنکھوں میں سرمہ ضرور نظر آتا تھا۔ وہ گاؤں میں رہتے ہوئے بالکل گاؤں کی لڑکی لگتی تھی۔

پھر اس کے باپ نے ساری زمین بیچی اور فرح کو لے کر انگلینڈ چلا گیا۔ کیونکہ فرح کی ماں کا انتقال ہو گیا تھا۔ فرح کا باپ پہلے بھی کئی سال انگلینڈ میں رہ کر آیا تھا۔ فرح کی زاہد کے ساتھ منگنی ہو چکی تھی اور فرح کے باپ کی خواہش تھی کہ وہ زاہد کو بھی انگلینڈ میں ہی بلا لے گا۔ اچانک فرح کے باپ کا انگلینڈ میں انتقال ہو گیا اور فرح وہاں اپنے ماموں کے پاس رہنے لگی تھی۔ فرح نے زاہد کو فون کر کے بتایا تھا کہ وہ کچھ دنوں کے لیے واپس آ رہی ہے اور اپنی فلائٹ کی آمد کا بھی بتا دیا تھا۔ اب فرح واپس آئی تو زاہد نے حماد کے ساتھ مل کر پیسوں کے لیے فرح کے..... اغوا کا ڈراما رچا دیا تھا۔

زاہد کے والدین صحن میں ہی بیٹھے تھے۔ جیسے ہی زاہد اندر گیا اس کی ماں اور باپ نے متلاشی نگاہوں سے اس کے عقب میں دیکھا۔

''فرح کہاں ہے؟ باہر کھڑی ہے کیا؟'' زاہد کی ماں مسکرائیں۔

''ایک مسئلہ ہو گیا ہے۔'' زاہد کی آواز میں گھبراہٹ تھی۔

''کیا ہو گیا ہے؟ تم گھبرائے ہوئے کیوں ہو؟'' زاہد کا باپ اس کا جائزہ لینے لگا۔ اس کی ماں کے چہرے سے بھی مسکراہٹ معدوم ہو گئی۔

''ہم آ رہے تھے کہ اچانک.....'' زاہد کہتا ہوا رک گیا اور اپنی گھبراہٹ اور خوف پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ اس وقت بہترین اداکاری کر رہا تھا۔

''جلدی سے بولو کیا ہوا ہے؟'' زاہد کی ماں کو بے چینی ہونے لگی تھی۔

''اچانک ایک کار میری کار کے آگے رکی اور مجھے مجبوراً بریک لگانا پڑا۔۔۔ پھر اس کار سے دو نقاب پوش باہر نکلے ان کے ہاتھوں میں اسلحہ تھا۔ انہوں نے اسلحے کے زور پر فرح کو باہر نکالا اور اپنی کار میں بیٹھا کر لے گئے۔'' زاہد نے کہانی سنائی۔

''کیا.....؟ فرح کو اغوا کر کے لے گئے؟'' زاہد کی ماں کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی اور اس کا باپ بھی دم بخود رہ گیا۔

''میں نے کار اُن کے پیچھے لگائی لیکن وہ نکل گئے۔'' زاہد کے لہجے میں تاسف تھا۔

www.urdupalace.com

دروازہ بند ہو گیا۔

زبیر کچھ دیر کھڑا رہا جب مکمل سکوت ہو گیا تو وہ دیوار سے الگ ہوا اور اُدھ کھلے دروازے سے باہر جھانکا۔ کوئی بھی نہیں تھا۔ وہ اسٹور روم سے باہر نکل آیا اور دھیمے قدموں سے چلتا ہوا اس کمرے تک چلا گیا جس کمرے میں فرح کو بند کیا تھا۔ یکدم پھر کسی کے تیزی سے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آنے کی آواز آنے لگی۔ زبیر تیزی سے بھاگتا ہوا پھر اسٹور میں چلا گیا۔ وہ اُدھ کھلے دروازے سے باہر دیکھ رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ نعیم تیزی سے اوپر آیا اور آگے چلا گیا۔ راہداری کی دیوار کی وجہ سے وہ یہ نہیں دیکھ سکا کہ نعیم کس کمرے میں گیا تھا۔ لیکن جلدی ہی نعیم سیڑھیوں کی طرف آتا دکھائی دیا اور اس کے ساتھ حماد بھی تھا۔

''ہاں کیا ہوا ہے؟'' حماد نے پوچھا۔

''میں نے ابھی پھر زاہد کو فون کیا ہے۔'' نعیم نے بتایا۔

''ابھی تم نے میرے سامنے فون کیا تو تھا۔ دوبارہ فون کرنے کی کیا ضرورت تھی۔'' حماد نے کہا۔

''میں نے اس سے پوچھا ہے کہ بات آگے ہوئی ہے کہ نہیں۔'' نعیم بولا۔

''پھر اس نے کیا جواب دیا؟'' حماد نے پوچھا۔

''اس نے بتایا ہے کہ ابھی اس کی بات والدین سے ہوئی ہے انہوں نے کہا ہے کہ وہ انگلینڈ فون کر کے اطلاع کر دے۔ ابھی وہ ان کو اطلاع کر کے مجھے فون کرے گا۔'' نعیم نے کہا۔

''پولیس کے چکر میں تو نہیں پڑ رہے ناں۔''

''زاہد نے اس طرف جانے ہی نہیں دیا۔ حالانکہ اس کا باپ کہہ رہا تھا کہ وہ پولیس کو اطلاع کر دیں لیکن زاہد نے منع کر دیا ہے۔'' نعیم نے کہا۔

''اس کام میں ہوشیاری بہت ضروری ہے۔''

''ویسے تم فرح کے کمرے میں کیا کرنے گئے تھے؟'' نعیم نے اچانک پوچھا۔

''ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ فرح، زاہد کی منگیتر ہے۔ ہم تینوں نے رقم کے لیے اغوا کا ڈراما رچایا ہے۔ میں اس سے پوچھنے گیا تھا کہ وہ بھوکی ہے تو اس کے لیے کھانے پینے کا انتظام کروں۔'' حماد کو اس کی بات ناگوار گزری تھی اس لیے اس نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

''پھر اس نے کیا کہا؟''

''اس نے کچھ بھی کھانے پینے سے صاف انکار کر دیا ہے۔ آؤ نیچے چلیں۔'' حماد نے کہا۔ ''کمرے کا دروازہ لاک کر دو۔''

حماد کہہ کر سیڑھیوں کی طرف چلا گیا اور نعیم نے اس کمرے کو مقفل کر دیا جس میں فرح قید تھی پھر وہ نیچے چلا گیا۔

ایک بار پھر خاموشی چھا گئی۔ زبیر کی سمجھ میں ساری کہانی آ رہی تھی۔ اس نے سوچا... اس کا مطلب ہے کہ اس لڑکی کا نام فرح ہے۔ وہ جس لڑکے کے ساتھ کار میں اس سڑک تک آئی تھی وہ اس کا منگیتر ہے اور ان تینوں نے رقم کے لیے یہ ڈراما رچایا ہے۔ فرح انگلینڈ سے آئی ہو گی اور اس کے والدین وہاں مقیم ہوں گے تبھی انگلینڈ فون کرنے کی بات کر رہے تھے۔

زبیر خود ہی تانا بانا بنتا رہا اور خود ہی نتیجہ اخذ کرتا ہوا اسٹور روم سے باہر نکل آیا۔ وہ چلتا ہوا اس کمرے تک پہنچا اور دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر اسے گھمایا، دروازہ لاک تھا۔ زبیر نے ارادہ کر لیا تھا کہ وہ فرح کی مدد کرے گا۔ اس نے کچھ دیر سوچا اور پھر ساتھ والے کمرے کی طرف بڑھا۔ اس نے آہستہ سے دروازے کا ہینڈل گھمایا تو وہ کھل گیا۔ زبیر نے بغیر آہٹ پیدا کیے دروازہ کھولا۔ اندر اندھیرا تھا۔ وہ دبے پاؤں اندر چلا گیا اور دروازہ بند کر دیا۔ اس نے دیوار کو ٹٹولتے ہوئے بٹن تلاش کیے اور جونہی اس نے ایک بٹن دبایا کمرا روشن ہو گیا۔

کمرے میں ایک ڈبل بیڈ اور کچھ سامان پڑا تھا۔ زبیر کچھ دیر تو سوچتا رہا اور پھر اس نے پہلے بیڈ کے ساتھ والی تپائیوں کے دراز کھول کر دیکھے، پھر الماری کی تلاشی لینی شروع کی اور جونہی اس نے ایک دراز کھولی وہ چونک گیا۔ اس دراز میں کچھ دوسرے سامان کے ساتھ چابیوں کا گچھا بھی پڑا تھا۔ اس نے چابیوں کا گچھا اُٹھا کر دیکھا اس میں کئی چھوٹی بڑی چابیاں تھیں۔ زبیر چابیوں کا گچھا لے کر باہر نکلا اور اس کمرے کے دروازے کے لاک میں لگا کر دیکھنے لگا جس کمرے میں فرح کو قید کیا تھا۔

وہ ایک ایک کر کے چابی لگاتا رہا اور بار بار وہ اپنے عقب میں سیڑھیوں کی طرف بھی دیکھتا رہا۔ اسے یہ بھی خوف تھا کہ اچانک کوئی اوپر نہ آ جائے۔ وہ یہ احتیاط بھی کر رہا تھا کہ چابیوں کے آپس میں ٹکرانے سے آواز بھی پیدا نہ ہو۔ اچانک ایک چابی جیسے ہی اس نے لگائی، وہ گھوم گئی اور لاک کھل گیا۔

زبیر نے آہستہ سے لاک کھول کر کچھ دیر توقف کیا

www.urdupalace.com

اور پھر یکدم ہینڈل گھما کر دروازہ کھول دیا۔ سامنے فرح بیڈ کے پاس کھڑی تھی۔ اس کے چہرے پر خوف تھا اور وہ زبیر کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کی دانست میں تھا کہ آنے والا ان کا ہی ساتھی ہے۔

زبیر نے اندر آتے ہی دروازے کو بند کرنے کے لیے دھکیل دیا لیکن وہ پوری طرح سے بند نہ ہوا اور دروازہ کچھ کھلا ہی رہا پھر وہ اپنی شہادت کی انگلی ہونٹوں پر رکھتے ہوئے اسے چپ رہنے کا اشارہ کرنے کے بعد سرگوشی کے انداز میں بولا۔

''میں آپ کی مدد کے لیے آیا ہوں۔''

فرح کچھ نہ سمجھتے ہوئے متوحش نگاہوں سے اس کا جائزہ لیتی رہی۔ اس کے چہرے سے صاف عیاں تھا کہ اسے زبیر کی اس بات پر یقین نہیں آیا ہے۔

''میں ان کا ساتھی نہیں ہوں۔ جب آپ کو اغوا کیا جا رہا تھا تو میں وہاں موجود سب دیکھ رہا تھا۔ پھر میں اسی کار کی ڈکی میں بیٹھ کر یہاں تک پہنچ گیا جس کار میں آپ کو زاہد لے کر آیا تھا۔'' زبیر دو قدم اس کی طرف بڑھا تو فرح ڈر کر دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔ لیکن اس بار فرح کے چہرے پر خوف سے زیادہ حیرت دکھائی دے رہی تھی۔

جب فرح کچھ نہ بولی اور محض اس کی طرف سوالیہ نگاہوں اور حیرت سے دیکھتی رہی تو وہ پھر بولا۔ ''میرا یقین کیجیے میں ان کا ساتھی نہیں ہوں اور جو میں نے کہا ہے وہ بالکل سچ ہے۔''

''میں کیسے یقین کروں؟'' فرح نے اپنی خاموشی توڑی۔

زبیر سوچنے لگا کہ وہ اس سوال کا کیا جواب دے کیونکہ فرح کو یقین دلانا مشکل تھا۔ پھر وہ بولا۔

''آپ کے ساتھ ایک بہت بڑا دھوکا ہو رہا ہے۔ زاہد، حماد اور ان کا تیسرا ساتھی یہ آپس میں دوست ہیں اور آپ کو اغوا کرانے میں زاہد ان کے ساتھ شامل ہے۔''

''وہ ایسا کیوں کرے گا؟'' فرح نے کہا۔

''وہ تاوان لینا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کسی تیمور خان کے پیسے دینے ہیں۔'' زبیر نے کہتے ہوئے ہاتھ میں پکڑا چابیوں کا گچھا بیڈ پر رکھ دیا۔ ''یہ چابیاں مجھے ساتھ والے کمرے سے ملی ہیں۔ اس سے پہلے کہ یہ آپ کا تاوان لینے کا ڈراما آگے بڑھائیں، آپ میرے ساتھ چلیں، میں آپ کو یہاں سے لے جاتا ہوں۔''

''تم جھوٹ بول رہے ہو۔'' فرح بولی۔

''آپ یقین کریں کہ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میں اتنا بہادر نہیں ہوں لیکن جانے کس طاقت نے مجھے یہاں تک پہنچا دیا کہ میں خود بھی حیران ہوں۔ شاید آپ کے پیچھے کسی کی دعا ہے۔'' زبیر نے یقین دلانے کی کوشش کی۔

فرح کو ابھی بھی اس کی بات پر یقین نہیں آ رہا تھا لیکن وہ یہ ضرور سوچنے پر مجبور ہو گئی تھی کہ جب گاڑی میں پیٹرول ختم ہو گیا تھا تو زاہد نے یہ بروا نہیں کی تھی کہ گاڑی میں اکیلی لڑکی بیٹھی ہے۔ اسے یہ فکر تھی کہ گاڑی میں پڑے سامان کو کوئی نہ لے جائے۔ اور اس نے اسے گاڑی میں ہی رکنے کے لیے مجبور کیا تھا۔ فرح کو ایک اور بات نے چونکا دیا تھا۔ جب کار نے جھٹکا لیا تھا اور وہ رک گئی تھی تو زاہد نے فیول میٹر کی طرف دیکھے بغیر فوراً کار کا دروازہ کھولا تھا اور باہر نکل کر کہا تھا کہ کار میں پیٹرول ختم ہو گیا ہے۔

''آپ سچ مچ میری مدد کرنا چاہتے ہیں؟'' فرح نے سوچنے کے بعد اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''یقین کیجیے میرا کوئی اور مقصد بالکل بھی نہیں ہے۔ آپ جلدی کریں۔ میرے ساتھ چلیں اور جہاں آپ کہیں گی میں آپ کو پہنچا دوں گا۔'' زبیر نے ابھی یہ کہا ہی تھا کہ اسے لگا کوئی سیڑھیاں اوپر چڑھ رہا ہے۔ اس نے گھوم کر دروازے کی طرف دیکھا وہ کچھ کھلا ہوا تھا۔ زبیر نے فوراً چابیوں کا گچھا اُٹھایا اور جلدی سے دروازہ بند کر کے دروازے کا لاک مقفل کرنے کے لیے اس میں چابی گھمائی لیکن اب اتنی چابیوں میں وہ چابی تلاش کرنا مشکل تھا جو اس دروازے کے لاک کی چابی تھی۔ وہ تیزی سے ایک کے بعد ایک چابی نکال کر کوشش کرنے لگا۔ کوئی چلتا ہوا اس دروازے کی طرف آ رہا تھا۔ اور زبیر کو اس لاک کی چابی نہیں مل رہی تھی۔

☆☆☆

زاہد کوشش کر رہا تھا کہ اس کا انگلینڈ میں رابطہ ہو جائے لیکن بار بار کوشش کرنے کے باوجود اس کا رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔ وہ الجھن کا شکار ہو گیا تھا۔ اس کے پاس دو فون نمبر تھے اور دونوں کے ساتھ ہی رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔ زاہد کی ماں ایک طرف پریشان بیٹھی تھیں جبکہ اس کا باپ سوچوں کے گرداب میں الجھا ٹہل رہا تھا۔

ابھی وہ کوشش کر ہی رہا تھا کہ حماد کا فون آ گیا۔ زاہد نے ایک نظر اپنے باپ کی طرف دیکھا جو فون کی بیل سن کر رک گیا تھا اور اس کی نگاہیں زاہد کے ہاتھ میں پکڑے فون پر تھیں۔ زاہد نے فون کان سے لگا لیا۔

www.urdupalace.com

''رابطہ ہوا.....؟''

''میں کوشش کر رہا ہوں۔'' زاہد نے گھبرا کر کہا۔

''تم ابھی کوشش ہی کر رہے؟'' حماد کو غصہ... آ گیا۔

''ہمیں یہ کام جلدی ختم کرنا ہے۔''

''دیکھیں فرح کو کچھ نہیں ہونا چاہیے۔ میں فرح کے ماموں سے بات کرنے کی کوشش کر رہا ہوں تاکہ آپ کی رقم کا انتظام ہو سکے، لیکن نمبر نہیں مل رہا ہے۔'' زاہد نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

''جلدی کرو۔'' حماد نے زور دے کر فون بند کر دیا۔

فون بند ہو جانے کے بعد بھی زاہد بولا۔ ''آپ فکر نہ کریں۔ لیکن فرح کو کچھ نہیں ہونا چاہیے۔ میں رقم کا انتظام کر رہا ہوں۔''

زاہد نے کہہ کر فون کان سے الگ کیا تو اس کے باپ نے پوچھا۔ ''کیا کہہ رہے تھے وہ؟''

''وہ کہہ رہا تھا کہ پیسوں کا جلدی انتظام کرو ورنہ وہ فرح کو مار دیں گے۔'' زاہد نے مزید ڈرایا۔

''یہ کال کیوں نہیں مل رہی ہے؟ پھر کوشش کرو۔'' زاہد کا باپ پریشان ہو گیا تھا۔

زاہد پھر کوشش کرنے لگا۔ اس بار بیل جانے لگی تھی۔ زاہد کی آنکھوں میں چمک آ گئی تھی۔ کچھ دیر کے بعد دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز آئی تو زاہد بولا۔

''ماموں میں زاہد بات کر رہا ہوں۔''

''ہاں..... زاہد کیا حال ہے۔ سب خیریت ہے۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔ آواز میں متانت تھی۔

''ماموں خیریت نہیں ہے۔'' زاہد نے جلدی سے کہا۔

''کیوں کیا ہوا؟'' ماموں نے پوچھا۔

''میں فرح کو ائرپورٹ سے گھر لے کر آ رہا تھا کہ راستے میں فرح کو کچھ لوگوں نے تاوان کے لیے اغوا کر لیا ہے اور وہ اس کی زندگی کے بدلے میں ایک کروڑ روپیہ مانگ رہے ہیں۔ ہم بہت پریشان ہیں۔'' زاہد نے وقت ضائع کیے بغیر بتا دیا۔

دوسری طرف فرح کے ماموں کی متحیر آواز آئی۔ ''کیا کہا.....؟ فرح اغوا ہو گئی ہے؟ فرح یہاں آئی کب تھی؟''

''آج ہی پہنچی تھی۔ ہمارے وقت کے مطابق رات آٹھ بجے۔'' زاہد کے لیے یہ حیرت کا جھٹکا تھا۔

''اس کا مطلب ہے کہ فرح یہاں آ گئی ہے؟ تم لوگوں کو اس نے اپنے آنے کی اطلاع کب کی تھی۔'' فرح کا ماموں اور بھی حیران ہوا۔

''ایک دن پہلے مجھے فرح نے فون کر کے بتایا تھا کہ وہ فلاں فلائٹ سے رات آٹھ بجے پہنچے گی۔'' زاہد نے بتایا۔ وہ فرح کے ماموں کی اس بات پر حیران تھا۔

''اوہ.....'' فرح کے ماموں نے طویل 'اوہ' کی۔ ''ہم اسے یہاں تلاش کر رہے ہیں۔ وہ ہمیں بتائے بغیر، اپنا پاسپورٹ لے کر تم لوگوں کے پاس پہنچ گئی۔''

''تو کیا وہ آپ لوگوں کو بتا کر نہیں آئی؟'' زاہد کے لیے یہ ایک اور حیرت کا جھٹکا تھا۔

''بالکل بھی نہیں بتایا اس نے۔ اس نے ہمیں شک بھی نہیں ہونے دیا۔ اس نے اپنا پاسپورٹ کب لیا، کب ٹکٹ کٹوایا اور کب وہ جہاز میں سوار ہوئی، وہ سب کچھ ہماری... ناک کے نیچے کر کے چلی گئی اور ہم اسے یہاں ڈھونڈ ڈھونڈ کے پاگل ہو رہے ہیں۔'' فرح کے ماموں کی آواز بلند ہو گئی تھی اور صاف عیاں تھا کہ انہیں غصہ بھی آ گیا ہے۔

''فرح نے ایسا کیوں کیا؟'' زاہد نے پوچھا۔

''ہمیں کیا پتا کہ اس نے ایسا کیوں کیا ہے؟ لیکن اس نے ٹھیک نہیں کیا ہے۔'' فرح کے ماموں کے لہجے میں تاسف اور غصہ تھا۔

''خیر ماموں اس پر ہم بعد میں بات کر لیں گے۔ فی الحال اس کی جان بچانی ہے۔ انہوں نے ایک کروڑ تاوان مانگا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ ہمارے پاس اتنی بڑی رقم نہیں ہے۔ فرح کی رہائی کے لیے آپ کچھ کیجیے تاکہ اس کی جان بچ سکے۔'' زاہد اصل معاملے کی طرف آیا۔

''ہماری طرف سے فرح جائے بھاڑ میں۔ وہ لوگ فرح کو مار دیں، یا چھوڑ دیں۔ ہمارا فرح سے کوئی تعلق نہیں ہے۔'' فرح کے ماموں نے غصے میں دوٹوک یہ بات کہہ کر زاہد کے پیروں تلے سے زمین کھینچ لی۔

''یہ..... یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔ وہ فرح کو مار دیں گے۔ میں ان سے ڈیل کر کے انہیں پچاس لاکھ روپے تک منا لوں گا۔ وہ بہت خطرناک گروہ سے اپنا تعلق بتا رہے تھے۔'' زاہد نے فرح کے ماموں کو ڈرانے کی کوشش کی۔

''دیکھو لڑکے۔ فرح میری مرحومہ بہن کی اکلوتی بیٹی ہے۔ اس کے باپ کے مرنے کے بعد ہم نے اس کا خیال رکھا۔ لیکن اس نے ہماری عزت کا کوئی خیال نہیں کیا اور بھاگ کر چلی آ گئی۔ ہماری بہن مر گئی تھی۔ بہنوئی بعد میں

www.urdupalace.com

مر گیا تھا اور آج فرح بھی ہمارے لیے مر گئی ہے۔ تمہاری منگیتر ہے۔ اسے بچانا چاہو بچا لو، نہیں بچانا چاہتے تو آرام سے سو جاؤ۔'' دوسری طرف سے فرح کے ماموں نے کہہ کر فون بند کر دیا اور زاہد دم بخود کھڑا رہ گیا۔ فرح کے ماموں کی بات نے ان کا رچایا ہوا ڈراما ہی اُلٹ کے رکھ دیا تھا۔

''کیا بات ہوئی ہے؟ وہ کیا کہہ رہے تھے؟'' زاہد کے باپ نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

زاہد چونکا۔ ''وہ فرح کے معاملے میں کوئی مدد نہیں کرنا چاہتے۔'' زاہد بہت پریشان ہو گیا تھا۔

''انہوں نے انکار کر دیا؟'' زاہد کے باپ کے ساتھ ساتھ اس کی ماں بھی چونکیں۔ ''وہ ایسا کیسے کر سکتے ہیں۔ فرح ان کی سگی بھانجی ہے۔''

''میری تو خود سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔'' زاہد کو ابھی تک حیرت کے جھٹکے لگ رہے تھے۔ وہ پریشان ہو گیا تھا۔ ''فرح کے ماموں کہہ رہے تھے کہ فرح ان کو بتائے بغیر یہاں آئی ہے۔ وہ انہیں وہاں تلاش کر رہے تھے۔''

''فرح نے ایسا کیا تھا۔ تم فرح کے دوسرے ماموں سے بات کرو۔'' زاہد کی ماں نے کہا۔

ایک امید کے ساتھ زاہد نے پھر ریسیور اُٹھایا اور دوسرے ماموں کو فون کرنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد رابطہ ہوا تو فرح کا دوسرا ماموں فون اُٹھاتے ہی اکھڑے ہوئے لہجے میں بولا۔

''اب کیا بات ہے؟''

''وہ ماموں فرح.....''

''ہم سب بھائی صاحب کے پاس ہی بیٹھے ہیں۔ انہوں نے جو کہا ہے وہ ہم نے سن لیا ہے۔ اور جو فرح کے ساتھ ہوا ہے وہ انہوں نے ہمیں بتا دیا ہے۔ ہم اس کی تلاش میں اپنا کام چھوڑ کر بیٹھے ہوئے تھے اور وہ تم لوگوں کے پاس تھی۔ اسے چھڑانا ہے تو خود پیسے دے کر چھڑا لو، اب ہمیں دوبارہ فون مت کرنا اور ہمیں کام کرنے دو۔'' فرح کے دوسرے ماموں کے خشک لہجے نے زاہد کو کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ زاہد کی آخری امید بھی دم توڑ گئی تھی۔

''کیا کہا ہے؟'' زاہد کے باپ نے پوچھا۔

''انہوں نے بھی انکار کر دیا ہے۔'' زاہد نے بتایا۔ زاہد کی حالت ایسی تھی جیسے اس کا دماغ کہیں اور ہوا اور منتشر سوچوں نے اسے سوچنے کی صلاحیت سے محروم کر دیا ہو۔

''اب ایک ہی حل ہے۔'' اچانک اس کے باپ کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

''وہ کیا؟'' زاہد نے سوالیہ نگاہوں سے اپنے باپ کی طرف دیکھا۔

''پولیس۔'' زاہد کا باپ بولا۔ ''ہم پولیس کے پاس چلتے ہیں۔''

''نہیں وہ فرح کو مار دیں گے۔'' زاہد گھبرا گیا۔

''ہمارے پاس تاوان دینے کے لیے پیسے نہیں ہیں۔ اس صورت میں بھی وہ فرح کو مار دیں گے اس لیے بہتر ہے کہ ہم پولیس کو اطلاع کر دیں۔ شاید وہ اسے بچا لے۔'' زاہد کا باپ بولا۔

''لیکن.....'' زاہد نے کہنا چاہا۔

''لیکن ویکن کچھ نہیں۔ جس نمبر سے فرح کے تاوان کے لیے کال آئی تھی، مجھے وہ نمبر دو۔ میں وہ نمبر ابھی چوہدری صاحب کے پاس لے کر جاتا ہوں۔'' زاہد کے باپ کے چہرے پر گہری متانت تھی اور ان کے لہجے سے لگتا تھا کہ وہ فیصلہ کر چکے ہیں۔ زاہد حیرت کی تصویر بنا اپنے باپ کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ زاہد کو لگ رہا تھا کہ جیسے وہ اپنے ہی کھودے ہوئے گڑھے میں گرنے والے ہیں۔

☆☆☆

کمرے کے اندر زبیر ایک کے بعد ایک چابی کی ہول میں لگا کر دروازے کو مقفل کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور باہر نعیم سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آ گیا تھا۔ اس کے چلتے قدموں کی آواز نے زبیر کے ہاتھوں میں اور بھی تیزی بھر دی تھی۔ نعیم اس کمرے کے بجائے ساتھ والے کمرے کی طرف گیا اور دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔ اسی اثنا میں ایک چابی کی ہول میں گھوم گئی اور دروازہ مقفل ہو گیا۔

زبیر اس جگہ سے ہٹا اور وہ چابی گچھے سے نکال کر باقی چابیوں کا گچھا بیڈ کے نیچے گھسیٹ دیا۔ زبیر پھر دروازے کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا اور کان لگا کر باہر کی کوئی آواز سننے لگا۔

نعیم کمرے سے باہر نکلا اور اس نے سیڑھیوں کی طرف جاتے ہوئے اچانک رک کر فرح کے کمرے کے بند دروازے کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں ہوس کی گندگی اُتری اور اس نے گردن گھما کر سیڑھیوں کی طرف دیکھا۔ وہ کچھ دیر سوچتا رہا اور پھر نیچے چلا گیا۔

نیچے کمرے میں حماد مضطرب بیٹھا تھا۔ نعیم کو دیکھتے ہی وہ چونکا۔ اور بولا۔ ''زاہد نے بہت دیر کر دی ہے۔''

''ایسے کام اتنی جلدی نہیں ہو جایا کرتے۔ کچھ وقت

www.urdupalace.com

لگ جاتا ہے۔'' نعیم نے کہا۔

''میں چاہتا ہوں کہ کام جلدی سے ہوجائے۔'' حماد بے چین تھا۔

''اطمینان رکھو وہ کوشش کررہا ہوگا۔ مجھے کمرے کی چابی دو، میں ذرا پوچھ کر آؤں کہ اس کو کچھ کھانا پینا تو نہیں ہے۔'' نعیم نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

''میں پوچھ آیا تھا اس کو کچھ نہیں کھانا پینا۔'' حماد پریشان تھا۔

''شاید اب بھوک لگ گئی ہو؟ وہ زاہد کی منگیتر ہے اس لیے اس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔'' نعیم کی ہوس اس کی آنکھوں میں تھی۔

''مجھے اس کی بھوک سے زیادہ رقم کا انتظار ہے۔ اس کی فکر چھوڑو اور زاہد کو فون کرو کہ وہ کہاں تک پہنچا ہے۔'' حماد نے اس کی طرف آنکھیں نکال کر دیکھا۔

نعیم نے متانت سے حماد کی طرف دیکھا اور پھر اس کی نظر میز کے کونے پر رکھی چابی کی طرف چلی گئی۔ اس کا اختیار نہیں تھا ورنہ وہ ابھی کمرے کی چابی اُٹھا کر فرح کے کمرے میں چلا جاتا۔ پھر اسے خیال آیا کہ اس نے اس کمرے کی چابی، چابیوں کے گچھے سے نکالی تھی۔ اس کی دوسری چابی اس گچھے میں موجود ہوگی۔

''تمہیں بھوک لگ رہی ہے؟ کچھ کھانے کو لاؤں؟'' نعیم نے پوچھا۔

''میں نے جو کہا ہے اس پر عمل کرو اور زاہد کو فون کرو۔'' حماد نے اسے گھورا۔

نعیم کی نگاہ ایک بار پھر اس چابی پر چلی گئی اور اس نے اپنا موبائل فون نکال کر زاہد کا نمبر ملانے کے بجائے کوئی اور ہی نمبر ملا دیا اور پھر بولا۔

''اس کا نمبر بزی ہے۔ شاید وہ بات کررہا ہوگا۔''

''راتوں رات کیسے پیسے ملیں گے؟؟'' حماد بڑبڑایا۔ ''ہمارے پاس وقت نہیں ہے اور تیمور خان ہم کو مار دے گا۔''

''ایک فرح ہی ہے جس کے ذریعے سے تم پیسہ لے سکتے ہو۔ اگر اسے کچھ ہوگیا تو سوچو تم ایک پائی بھی کہیں سے نہیں لے سکو گے اور تیمور خان تم دونوں کو شہر کے چوراہے میں لٹکا دے گا۔''

''تم مجھے ڈرا رہے ہو؟؟''

''میرا مطلب یہ ہے کہ اگر فرح کچھ نہیں بھی کھا رہی ہے تو اسے کھلاؤ۔ بھوک اور خوف سے اگر اسے کچھ ہوگیا تو

''تریا چلتر''

تھکا ہارا مسافر ویرانے میں پیدل چلا جارہا تھا۔ راستے میں ایک کنواں نظر آیا جہاں ایک خوبرو اور معصوم سی دوشیزہ ڈول سے پانی نکال رہی تھی۔ مسافر نے پانی مانگا جو مل گیا۔ پیاس بجھانے کے بعد اس نے غور سے دوشیزہ کی طرف دیکھا تو وہ اسے اتنی سادہ اور معصوم نظر آئی کہ اسے بے اختیار تریا چلتر کا محاورہ یاد آگیا۔

اس نے جھجکتے ہوئے لڑکی سے کہا۔ ''تم مجھے بہت نیک دل اور معصوم لگتی ہو... کیا تم بتا سکتی ہو کہ لوگ عورتوں کو مکار کیوں کہتے ہیں؟''

یہ سنتے ہی لڑکی نے زور زور سے چلّانا شروع کردیا۔ مسافر بوکھلا گیا۔ ''ارے... رے... یہ کیا کررہی ہو؟''

''ابھی گاؤں والے آئیں گے اور تمہاری بوٹی بوٹی کردیں گے۔ تم نے میری عزت پر ہاتھ ڈالا ہے۔'' اس جواب نے مسافر کے ہوش اُڑا دیے۔ وہ ہاتھ جوڑ کر لڑکی کے قدموں میں گر پڑا۔

لڑکی ہنسی، اسے اٹھایا اور پانی سے بھرا ڈول اپنے سر پر انڈیل لیا۔

خوف زدہ مسافر حیران و پریشان اسے تکتا رہا۔ اسی اثنا میں گاؤں سے بہت سے لوگ ڈنڈے، لاٹھیاں اٹھائے، شور مچاتے آپہنچے۔

لڑکی نے انہیں بتایا کہ وہ کنویں میں گر گئی تھی اور چیخ رہی تھی کہ رحم دل مسافر نے آکر اسے نکال لیا۔

گاؤں والوں نے مسافر کا شکریہ ادا کیا۔ اسے ساتھ لے گئے اور خوب تواضع کر کے اپنا مہمان بنا لیا۔

موقع ملا تو لڑکی نے تنہائی میں بس اتنا کہا۔ ''دیکھ لیا تریا چلتر... ہر عورت بس ایسی ہی ہوتی ہے... پل میں تولہ، پل میں ماشہ!''

کراچی سے ولید بلال کی ہنرمندی

www.urdupalace.com

ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے۔'' نعیم نے کہا۔

حماد نے سوچا اور پھر بولا۔ ''وہ مرتی ہے تو مر جائے۔ ہم نے تاوان لیتے ہوئے انہیں بتانا نہیں ہے کہ فرح مر گئی ہے۔ ہمیں صرف پیسے سے غرض ہے۔'' حماد کہہ کر خود صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔

''تم پریشان ہو۔ پُرسکون ہو جاؤ۔ وہ زاہد کی منگیتر ہے ہمیں اس کا خیال رکھنا چاہیے۔'' نعیم نے مسکراتے ہوئے میز کے کونے سے کمرے کی چابی اُٹھا لی۔ حماد محض اسے گھورتا رہا۔

وہ کمرے سے باہر نکلا تو اس کا چہرہ خوفناک سا ہو گیا تھا۔ وہ مسکرا رہا تھا لیکن اس کے باوجود اس کے چہرے پر جیسے وحشت نے پنجے گاڑ لیے ہوں۔ وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر گیا۔ اس نے فرح کے کمرے کے پاس جا کر 'کی ہول' میں چابی داخل کی اور گھما کر اس کا لاک کھولنا چاہا لیکن چابی گھومی نہیں۔ اس کا مطلب تھا کہ لاک کھلا ہوا ہے۔ نعیم نے چونک کر دیکھا اور پھر ہینڈل گھمایا تو دروازہ کھل گیا۔ اس نے فوراً اندر دیکھا۔ کمرا خالی تھا۔

نعیم کا چہرہ حیرت زدہ ہو گیا۔ اس نے کمرے کے اندر جا کر باتھ روم اور پھر الماری کھول کر دیکھی، اس کے بعد اس نے کھڑکی کے آگے سے پردے ہٹائے، لوہے کی گرل کی وجہ سے وہاں سے نکلنا ناممکن تھا۔ اس نے فوراً بیڈ کے نیچے دیکھا تو اسے بیڈ کے نیچے تو کوئی نظر نہ آیا البتہ اس کی نظر چابیوں کے گچھے پر پڑ گئی۔

نعیم نے چابیوں کا گچھا اُٹھا کر سوچا۔ پھر اس کا دھیان الماری کی طرف چلا گیا اور پہلا خیال یہی آیا کہ اس نے چابیوں کا گچھا اس الماری میں رکھا تھا اور فرح کے ہاتھ چابیوں کا گچھا لگ گیا اور وہ لاک کھول کر کمرے سے نکل گئی ہے۔

''وہ یقیناً ابھی اس گھر سے باہر نہیں گئی ہو گی۔ اس گھر میں ہو گی۔'' نعیم سوچتے ہی نیچے کی طرف بھاگا۔

اس کے نیچے جاتے ہی حماد، زبیر اور فرح اسٹور روم سے باہر نکلے اور ٹیرس کے دروازے کی طرف بڑھے۔ زبیر نے دروازے کی چٹخنی کھولی اور وہ ٹیرس میں آ گئے۔ رات کا اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ آسمان سے چاند غائب تھا اور ستارے اپنی مدھم روشنی بکھیر رہے تھے۔

زبیر نے آگے بڑھ کر ٹیرس کی گرل کے پاس جا کر نیچے دیکھا۔ چند لمحے میں اس نے سب اندازہ لگانے کے بعد فرح کو اسے پاس آنے کا اشارہ کیا اور سرگوشی کی۔

''یہاں سے نیچے اتر کر اس جگہ پاؤں رکھیں اور پھر اس دیوار پر چڑھ کر باہر چھلانگ لگا دیں۔''

ٹیرس کی گرل کے نیچے ایک ستون بنا تھا جو دیوار کے ساتھ تھا، وہاں پیر رکھنے کے لیے جگہ تھی۔ اس ستون سے تین فٹ کے فاصلے پر دیوار تھی جس پر چڑھ کر فرح باہر کود سکتی تھی۔

مجھ سے یہ نہیں ہو گا۔'' فرح نے دیکھ کر انکار کر دیا۔

''یہ کرنا پڑے گا ورنہ یہاں سے نکل نہیں سکیں گے۔'' زبیر نے ہمت بندھائی۔

فرح نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر وہ گرل پھلانگ کر ستون کی طرف اپنا پیر بڑھانے لگی۔ زبیر نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ فرح نے جیسے ہی ستون پر اپنا پیر جمایا زبیر نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے گرل پکڑی اور کچھ آگے بڑھنے لگی اور پھر اس نے ہمت کر کے دیوار کی طرف چھوٹی سی چھلانگ لگا دی۔ وہ دیوار کے اوپر تھی اور اس کے بعد وہ دیوار سے نیچے لنک کر کود گئی۔ وہ دیوار سات فٹ اونچی تھی اس لیے فرح کو کودتے ہوئے مشکل نہیں ہوئی۔

زبیر نے بھی اسی طرح کیا اور وہ مرد ہونے کی وجہ سے فرح سے جلدی باہر کود گیا۔ اس کے بعد دونوں ایک طرف دوڑے۔ ان کے جاتے ہی حماد اور نعیم تیزی سے اوپر آئے۔ انہوں نے دیوانوں کی طرح ایک ایک کمرا دیکھا اور اچانک ٹیرس کے کھلے دروازے کو دیکھ کر اس طرف چلے گئے۔ دونوں متلاشی نگاہوں سے ٹیرس میں کھڑے دائیں بائیں دیکھتے رہے۔ دور تک سناٹا تھا اور انہیں کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ حماد کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں اور اس کی نگاہوں کے سامنے تیمور خان کا خوفناک چہرہ تھا۔

☆☆☆

زاہد کا باپ اس کے سامنے کھڑا تھا اور اس انتظار میں تھا کہ زاہد کب اسے وہ فون نمبر دیتا ہے جس نمبر سے اسے کال آ رہی ہیں تاکہ وہ پولیس اسٹیشن جا کر ان سے مدد مانگ سکے۔

زاہد تذبذب کا شکا تھا۔ وہ کیسے وہ نمبر دے سکتا تھا۔ اچانک اس نے کہا۔ ''میرا ایک دوست حماد ہے اس کے چچا پولیس میں اچھے عہدے پر ہیں۔ میں ان کے پاس جاتا ہوں۔''

''میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔'' زاہد کا باپ بھی

www.urdupalace.com

چلنے کو تیار ہو گیا۔

''آپ رکیں، میں حماد کے گھر جا کر اسے لے کر وہاں جاؤں گا۔'' زاہد نے جلدی سے کہا۔

''میں بھی ساتھ چلتا ہوں۔ مجھے بہت بے چینی ہو رہی ہے۔'' زاہد کے باپ نے اصرار کیا۔

''آپ آرام کریں، میں آپ سے فون پر رابطہ رکھوں گا۔'' زاہد نے جلدی سے اپنا موبائل فون جیب میں ڈالا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

وہ اپنی کار خالی سڑکوں پر دوڑاتا ہوا اس مکان میں پہنچ گیا جہاں انہوں نے فرح کو رکھا تھا۔ گیٹ نعیم نے کھولا تو وہ اس سے کوئی بات کیے بغیر اندر کی طرف بڑھا۔ گیٹ بند کرنے کے بعد نعیم بھی اس کے پیچھے ہی چلا آیا۔ حماد پریشان بیٹھا تھا۔ زاہد کو دیکھتے ہی حماد فوراً اس کی طرف متوجہ ہوا۔

''کیا بنا.....؟ پیسے کب دے رہے ہیں وہ؟''

''بہت بڑی پرابلم ہو گئی ہے۔'' زاہد نے تاسف سے کہا۔

''کیا ہو گیا ہے؟'' حماد کے ساتھ ساتھ نعیم بھی اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔

''فرح انگلینڈ میں اپنے ماموں کے پاس رہتی تھی۔ اس کے والدین فوت ہو چکے ہیں.....'' زاہد نے بتانا چاہا۔

''مجھے ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے، مجھے یہ بتاؤ کہ وہ رقم کب دے رہے ہیں؟'' حماد نے اکتا کر اس کی بات کاٹ دی۔

''فرح کے ماموں نے رقم دینے سے صاف انکار کر دیا ہے۔'' زاہد نے حقیقت منکشف کر دی۔

''کیا.....؟ کیا کہہ رہے ہو تم؟'' حماد کا ہکا بکا چہرہ ایک لمحے میں کئی تغیر سے گزر گیا۔

''دراصل فرح ان کو بغیر بتائے اور چوری چھپے یہاں آئی تھی۔ فرح کے ماموں اس بات پر اتنے خفا تھے کہ انہوں نے صاف کہہ دیا کہ وہ فرح کو بچانے کے لیے ایک پیسہ نہیں دیں گے۔'' زاہد اپنے ہاتھ ملنے لگا۔

''تم تو کہتے تھے کہ وہ اپنی بھانجی کی محبت میں اسے بچانے کے لیے پیسہ پانی کی طرح بہا دیں گے، اب کیا ہوا ہے؟'' حماد مزید پریشان ہو گیا اور اس پریشانی میں اس کا غصہ بھی بڑھ گیا۔

''مجھے کیا پتا کہ وہاں کیا کھچڑی پک رہی تھی اور فرح کن حالات میں وہاں سے بھاگ کر آئی ہے۔'' زاہد بھی

www.urdupalace.com

الجھن کا شکار تھا۔

حماد مضطرب اور تذبذب کا شکار اسے دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔ ''اب کیا کرنا ہے؟''

''اب کچھ نہیں ہوسکتا ہے۔'' زاہد کے کندھے جھک گئے اور وہ مایوس لہجے میں بولا۔

''ہماری چال اُلٹ گئی ہے۔ فرح بھی یہاں سے بھاگ گئی ہے۔'' حماد نے کہہ کر زاہد کو چونکنے پر مجبور کردیا۔ زاہد کی ششدر نگاہیں حماد کے چہرے پر جم گئیں۔

''کیا کہہ رہے ہو؟ فرح کیسے فرار ہوگئی ہے؟'' زاہد نے پوچھا۔

''نعیم کی وجہ سے بھاگی ہے۔ اس نے چابیوں کا گچھا اسی کمرے میں رکھا ہوا تھا۔ وہ گچھا اس کے ہاتھ لگ گیا اور اس نے اندر سے دروازہ کھول لیا اور بھاگ جانے میں کامیاب ہوگئی۔'' حماد کا لہجہ پریشانی کی وجہ سے اونچا ہوگیا تھا اور اس کا چہرہ اس بات کی غمازی کررہا تھا کہ وہ بہت زیادہ دباؤ کا شکار ہورہا ہے۔

''یہ کیا کردیا تم نے؟'' زاہد چیخا۔

''جہاں تک مجھے یاد پڑرہا ہے وہ چابیوں کا گچھا اس کمرے میں نہیں تھا۔'' نعیم سوچتے ہوئے بولا۔

''تو پھر وہ چابیوں کا گچھا اس کمرے میں کیسے موجود تھا؟'' حماد بولا۔

''یہ بات مجھے بھی سمجھ نہیں آرہی ہے۔'' نعیم ابہام کا شکار تھا۔

''میں نے کہا بھی تھا کہ اسے باندھ دو لیکن تم میری بات نہیں مانے تھے۔'' حماد کا غصہ اور بھی دوچند ہوگیا تھا۔

''فرح سیدھی میرے گھر جائے گی۔'' زاہد پُرخیال انداز میں بولا۔

''اب وہ جہاں جاتی ہے جائے۔ جب اس کے ماموں نے رقم دینے سے انکار کردیا ہے تو وہ ہمارے کس کام کی۔ لیکن اب ہمارے لیے ہر راستہ بند ہوگیا ہے۔ جس اُمید سے ہم نے فرح کو اغوا کیا تھا وہ اُمید بھی ختم ہوگئی ہے۔ اب ہم تیمور خان کی رقم کا انتظام نہیں کرسکیں گے اور وہ ہمیں نہیں چھوڑے گا۔ تیمور خان ہمیں نہیں چھوڑے گا۔'' حماد کی پریشانی دوچند ہوگئی تھی۔

زاہد کا جسم بھی اضطراب میں مبتلا تھا۔ ''اب کیا کریں؟ شہر چھوڑ کر بھاگ جائیں؟''

''وہ ہمیں ڈھونڈ لے گا۔ اب کچھ نہیں ہوسکتا۔ وہ ہمیں مار دے گا۔ وہ بہت ظالم اور سفاک ہے۔ اس سے رحم کی امید رکھنا بے وقوفی ہے۔ اب ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔'' حماد ایک جگہ رک کر بات نہیں کررہا تھا۔ وہ الجھن میں بولے جارہا تھا۔

''اس کا مطلب ہے کہ ہم بیٹھ کر اس بات کا انتظار کریں کہ تیمور خان کب آکر ہمیں اپنی گولیوں کا نشانہ بناتا ہے۔'' زاہد مایوس تھا۔

حماد کی نظر اچانک نعیم کے ہاتھ میں پکڑے ریوالور پر پڑی۔ پھر اس نے نعیم کی طرف دیکھا اور اس کا دھیان اس جگہ سے کچھ دور پولیس اسٹیشن کی طرف چلا گیا۔ پھر ایک خیال اس کے دماغ میں بجلی سی تیزی سے آیا اور اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک آکر چلی گئی۔

حماد جس گرداب میں پھنس چکا تھا، وہ اب کچھ بھی کرنے کو تیار تھا۔ اسے اپنی جان بچانی تھی۔ وہ تیمور خان کے ہاتھوں مرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کے لیے اب اسے ایک نئی چال چلنی تھی۔

''اب ایک ہی راستہ بچا ہے۔'' حماد نے معنی خیز لہجے میں سرگوشی کی تو وہ دونوں سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔

''وہ کیا.....؟؟'' زاہد نے پوچھا۔

''اپنی جان بچانی ہے تو تیمور خان کی جان لے لیتے ہیں۔'' حماد نے کہہ کر دونوں کے جسموں میں سراسیمگی پھیلا دی۔

''تم کیا کرنا چاہتے ہو؟'' نعیم نے سوال کیا۔

''بس تم دونوں کو میرا ساتھ دینا ہوگا۔ جو کچھ بھی کروں گا میں کروں گا۔'' حماد نے کہتے ہوئے نعیم کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور میز پر پڑا اس کا موبائل فون اُٹھا لیا۔

''دیکھو میں یہاں کوئی قتل و غارت نہیں چاہتا۔'' نعیم بولا۔ ''اور یہ بات یاد رکھنا کہ اس اسلحے کا کرایہ مجھے بیس ہزار روپے تم نے ہر حال میں دینے ہیں۔ اب فرح بھاگ گئی ہے اور تم کو اس کا تاوان نہیں ملا ہے۔ جو لاکھ روپیہ میں نے لینا تھا وہ میں نہیں لیتا لیکن بیس ہزار روپے دینے پڑیں گے۔''

''میں تجھے پورے ایک لاکھ بیس ہزار روپے دوں گا۔ بس تجھے میرا ساتھ دینا پڑے گا۔'' حماد کا انداز پُراسرار تھا۔

پورے پیسوں کا سن کر نعیم کے منہ میں پانی بھر آیا۔

''مجھے کرنا کیا ہے۔''

www.urdupalace.com

''بس یہ دیکھنا کہ اب میں تیمور خان کو پولیس کے ہاتھوں گرفتار کیسے کراتا ہوں۔'' حماد نے کہہ کر اس کے ہاتھ سے ریوالور بھی لے لیا۔ اس کے بعد اس نے اپنی جیب میں پڑے ہزار ہزار کے پانچ نوٹ نکال کر اس کی جیب میں ڈال دیئے۔ ''یہ رکھ لو۔''

''یہاں خون خرابا نہیں ہونا چاہیے۔'' نعیم نے اپنی جیب پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''بالکل بھی نہیں ہوگا۔ وہ صرف گرفتار ہوگا۔ اب مجھ سے کچھ پوچھنا نہیں ہے۔ جیسا میں کہوں وہ تم کو کرنا ہے۔ یہاں بیٹھ جاؤ۔'' حماد بولا۔ ''ویسے جس گھر میں ہم موجود ہیں اس گھر کا اور گلی کا کیا نمبر ہے۔''

''مکان کا نمبر ایک سو چودہ اور گلی نمبر انیس۔'' نعیم نے بتایا۔

''میرا خیال ہے کہ مجھے گھر جانا چاہیے۔ فرح گھر پہنچ چکی ہوگی۔'' اچانک زاہد نے سوچتے ہوئے کہا۔

''ہاں تمہیں گھر جانا چاہیے۔ لیکن ایک منٹ میرے ساتھ آؤ۔'' حماد اسے دوسرے کمرے میں لے گیا۔

دوسرے کمرے میں لے جا کر جب حماد نے سرگوشی میں اپنی چال اسے سنائی تو زاہد کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس سے پہلے کہ زاہد کوئی سوال کرتا۔ حماد نے اسے روک دیا۔

''ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ اس لیے کچھ کہنے اور سننے کا وقت نہیں ہے، بس کرنے کا وقت ہے۔''

زاہد چپ ہو گیا لیکن اس کے چہرے پر سوچوں کے سائے گہرے تھے۔ حماد نے نعیم کے موبائل فون سے تیمور خان کا نمبر ملایا اور جیسے ہی رابطہ ہوا حماد بولا۔

''میں حماد بول رہا ہوں۔ میں نے آپ کی رقم کا انتظام کر لیا ہے۔ میں آپ کو ایک پتا لکھواتا ہوں آپ فوراً آجائیں اور اپنی رقم لے جائیں۔''

''رقم پوری ہے؟'' دوسری طرف تیمور خان نے پوچھا۔

''بالکل پوری ہے۔'' حماد پُراعتماد لہجے میں بولا۔

''تو پھر لے کر میرے پاس آجاؤ۔''

''میں اس وقت ایک اور مصیبت میں ہوں۔ گھر سے باہر قدم نہیں رکھ سکتا۔ اگر آپ نہ آئے تو پھر رقم میرے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ اس لیے آپ ابھی آجائیں اور رقم لے جائیں۔'' حماد نے کہا۔

''ٹھیک ہے میں اپنا آدمی بھیجتا ہوں۔'' تیمور خان بولا۔

''میں کہہ رہا ہوں کہ میں ایک مصیبت میں ہوں۔ کسی پر بھروسا نہیں کر سکتا۔ آپ کو خود آنا پڑے گا ورنہ میں یہ رقم دوسرے کو دے کر خود کشی کر لوں گا۔'' حماد نے عجیب سے انداز میں دھمکی دی کہ تیمور خان نے آنے کی ہامی بھر لی۔ حماد نے اسے پتا سمجھا دیا۔

''تم ایک کام کرو۔ ابھی اپنی گاڑی میں بیٹھو اور پولیس اسٹیشن کے سامنے سے گزرتے ہوئے وہاں لکھا ہوا اس پولیس اسٹیشن کا نمبر پڑھ کر مجھے سینڈ کر دو۔'' حماد نے اسے ہدایت دی۔

''ابھی جاؤں؟''

''ابھی اور اسی وقت جاؤ۔ اس کے بعد تم اپنی گاڑی پچھلی طرف لے جانا۔ اپنی گاڑی وہاں کھڑی کرنے کے بعد میری گاڑی اس مکان سے نکال کر اپنی گاڑی کے پاس کھڑی کر دینا۔ تم گاڑی میں بیٹھے رہنا۔ کام ہوتے ہی میں پیچھے سے کود کر اپنی گاڑی میں بیٹھوں گا اور ہم دونوں نکل جائیں گے۔'' حماد نے سمجھایا۔

''تم بہت بڑا رسک لے رہے ہو۔'' زاہد پریشان تھا۔

''جب موت اور زندگی کا سوال ہو تو پھر چال شطرنج کی ہو، یا تاش کے پتوں کی، رسک لینا ہی پڑتا ہے۔'' حماد کہہ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ نعیم کچن میں کچھ تیار کر رہا تھا۔ حماد نے اپنی جیکٹ کے اندر نعیم کا ریوالور رکھا ہوا تھا۔ اب اسے تیمور خان کا انتظار تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد حماد کے موبائل فون پر زاہد کا میسج آگیا، اس نے پولیس اسٹیشن کا نمبر بھیجا تھا۔

☆☆☆

زبیر اور فرح اس مکان سے نکل کر پیدل ہی چلتے رہے۔ ان کی رفتار تیز تھی۔ وہ اس لیے بھاگ نہیں رہے تھے کہ کوئی انہیں بھاگتا ہوا دیکھ لے اور وہ نئی آفت میں پھنس جائیں پھر ایک رکشا نظر آیا تو زبیر نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روکا اور دونوں رکشا میں سوار ہو گئے۔

رکشے نے انہیں زبیر کے گھر کے پاس پہنچا دیا۔ اس وقت گلی میں کوئی نہیں تھا۔ رات کے ساڑھے بارہ بج چکے تھے۔ اس نے تیزی سے سیڑھیاں چڑھیں اور دروازے کا لاک کھولتے ہی فرح کو اشارہ کیا۔ وہ بھی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر چلی گئی۔ جیسے ہی دونوں اندر گئے، زبیر نے دروازہ بند کر دیا۔

www.urdupalace.com

زبیر نے لائٹس جلائیں اور فرح کو کمرے میں لے گیا۔ ''آپ اطمینان سے بے فکر ہو کر یہاں بیٹھ جائیں۔ صبح ہوتے ہی جہاں آپ چاہیں گی میں آپ کو چھوڑ آؤں گا۔''

فرح اداس سی کرسی پر بیٹھ گئی۔ ''اب کہاں جاؤں۔ کس پر اعتبار کروں۔ انگلینڈ سے بھاگ کر آئی تھی کہ یہاں میرا سسرال ہے اور یہاں آئی تو زاہد نے مجھے ہی اغوا کرا دیا۔ ماں مر گئی تو باپ کا سایہ تھا۔ باپ چلا گیا تو ماموں اپنے گھر لے گئے اور مجھے شہزادیوں کی طرح رکھا۔ اور پھر میرا ذہن اس طرف مائل کرنے لگے کہ میرے والد کا جو انگلینڈ میں میرے نام پر فلیٹ تھا، اسے بیچ دوں۔ میں ماموں کی باتوں میں آ گئی اور فلیٹ بیچ دیا۔ فلیٹ کا پیسہ میرے اکاؤنٹ میں تھا۔ وہ یہ سوچنے لگے کہ فلیٹ کے جو پیسے میرے پاس ہیں، وہ انہوں نے کیسے لینے ہیں۔ میں ان کی نیت اور چال کو سمجھ گئی تھی۔'' فرح کہتے کہتے چپ ہو گئی۔ زبیر کھڑا سن رہا تھا۔

وہ پھر بولی۔ ''دوسرے دن انہوں نے بڑی محبت اور پیار سے مجھ سے پیسے لینے کی بات کی۔ میں سب کچھ سن چکی تھی۔ میں نے کہا میں سارا پیسہ ماموں کے اکاؤنٹ میں منتقل کر دوں گی۔ اسی دن میں نے ماموں کی غیر موجودگی میں ان کے کمرے سے اپنا پاسپورٹ تلاش کیا اور اپنا سارا پیسہ اس ملک میں موجود اپنے اکاؤنٹ میں منتقل کیا اور فلائٹ لے کر یہاں آ گئی۔ آگے سے زاہد نے یہ ڈرامہ رچا کر اپنے پیروں پر خود ہی کلہاڑی ماری کیونکہ مجھے یہ سارا پیسہ اسے ہی دینا تھا۔ یقیناً زاہد نے میرے ماموں سے تاوان مانگا ہوگا۔ اور مجھے یقین ہے کہ انہوں نے صاف انکار بھی کر دیا ہوگا اور انہیں اس حقیقت کا بھی تب ہی پتا چلا ہوگا کہ میں یہاں آ گئی ہوں۔'' فرح کہہ کر خاموش ہو گئی۔

''اس کا مطلب ہے کہ آپ کے ماموں آپ سے پیسہ بٹورنے کے لیے شفقت اور محبت کا کھیل، کھیل رہے تھے۔'' زبیر نے کہا۔

''بالکل ایسا ہی تھا۔ میں نے خود سنا کہ وہ سارا پیسہ لینے کے بعد میری شادی ایک معذور بوڑھے سے کر دینا چاہتے تھے تاکہ میں اپنے مسائل سے نکل کر اپنے پیسے کے حصول کی جنگ ہی نہ لڑ سکوں۔ پیسے کے لیے خون سفید ہو جاتا ہے۔'' فرح دکھی ہو گئی۔

''جو ہونا تھا، وہ ہو گیا۔ شکر ہے کہ اس وقت میرے اندر... اتنی ہمت آ گئی تھی کہ میں زاہد کی کار کی ڈکی میں چھپ گیا۔ جیسے کوئی طاقت مجھ سے یہ سب آپ کی مدد کے لیے کروا رہی تھی۔''

''میں آپ کی ہمیشہ شکر گزار رہوں گی۔ آپ کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہے۔'' فرح نے اس کی طرف ممنون نگاہوں سے دیکھا۔

''آپ مجھے شرمندہ کر رہی ہیں۔''

''زاہد کی گاڑی میں میرا بیگ ہے۔ اور بیگ میں میری اہم چیزیں ہیں۔ ایک تو مجھے وہ بیگ لینا ہے۔ یہاں میری ایک دوست ہے۔ اس کے پاس یہاں کے بینک کی چیک بک اور کچھ میری دوسری چیزیں ہیں۔ کل میں اس سے ملوں گی۔ وہ بہت اچھی ہے۔ اب سوچ رہی ہوں کہ میں نے اسے ہی کال کیوں نہ کر دی اور زاہد کے بجائے اس کے پاس چلی جاتی۔''

''اگر آپ ایسا کرتیں تو آپ یہ کیسے جان پاتیں کہ زاہد کے چہرے کے پیچھے کونسا چہرہ چھپا ہوا ہے۔''

''آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ قدرت نے مجھے یہ حقیقت بھی دکھانی تھی۔'' فرح بولی۔

''آپ آرام کریں۔ نیچے میں اپنے والدین کے ساتھ رہتا ہوں۔ اندر سے لاک لگا لیں اور بالکل بے فکر ہو کر سو جائیں۔'' زبیر نے تسلی دی اور باہر چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی فرح نے اندر سے کنڈی لگا لی۔

☆☆☆

زاہد نے پہلے اپنی کار اور پھر حماد کی کار اس مکان سے نکال کر پچھلی گلی میں کھڑی کر دی تھی۔ اس کام کے دوران حماد نے نعیم کو باتوں میں مصروف رکھا تھا۔ نعیم کو بھوک لگ رہی تھی اس لیے اس نے اپنے لیے آملیٹ تیار کیا تھا اور مزے سے کھا رہا تھا۔

زاہد اپنی کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ حماد نے مار دو یا پھر مر جاؤ کے مصداق اپنے آپ کو تیار کر لیا ہے۔ اس کا دل گھبرا رہا تھا۔ وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اگر فرح اس کے گھر پہنچ گئی ہے تو پھر ابھی تک گھر سے کوئی کال کیوں نہیں آئی ہے؟ ایک اندیشہ اسے یہ بھی تھا کہ فرح ایک سال کے بعد آئی تھی۔ شاید اسے اس کے گھر کے راستے کا پتا نہ ہو اور وہ جانے کہاں چلی گئی ہو۔

زاہد کار میں بیٹھا سوچ رہا تھا اور دوسری طرف تیمور خان اپنے ایک ڈرائیور اور گن مین کے ساتھ اس مکان کے باہر پہنچ گیا۔ تیمور خان کا ڈرائیور بھی دراصل اس کا گن مین ہی تھا۔ حماد کے کان باہر کی طرف ہی لگے تھے۔ جیسے ہی گاڑی کا ہارن بجا، اس نے نعیم کو اسی جگہ رکنے کا کہہ کر گیٹ کی طرف

www.urdupalace.com

رخ کیا۔

وہ گیٹ کھول کر تینوں کو اندر لے آیا۔ حماد نے جان بوجھ کر گیٹ بند نہیں کیا تھا اور گیٹ کا ایک دروازہ آدھا کھلا تھا۔ وہ سب لاؤنج میں پہنچ گئے تھے۔

''بیٹھ جائیں آپ۔'' حماد نے کہا۔

''ہمارے پاس بیٹھنے کے لیے وقت نہیں ہے۔ میری رقم دو تاکہ میں جاؤں۔'' تیمور خان بولا۔

''میں ابھی اندر سے لے کر آیا۔'' حماد کہہ کر اس کمرے میں چلا گیا جس کا دروازہ سیڑھیوں کے پاس تھا۔ تیمور خان صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ جما کر بیٹھ گیا۔ نعیم کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ حماد کیا کرنے والا ہے۔ اسے اپنے پیسوں سے غرض تھی۔ یہ مکان بھی اس کا نہیں تھا۔ وہ اپنے جرائم کے چکر میں کبھی اس شہر تو کبھی اس شہر ہوتا تھا اس لیے اسے کوئی فکر اور ڈر نہیں تھا۔

حماد نے کمرے میں جاتے ہی نعیم کے موبائل فون سے پولیس اسٹیشن کال کی۔ بیل جانے لگی۔ جیسے ہی رابطہ ہوا وہ گھبرائی اور ڈری ہوئی آواز میں بولا۔

''میں نعیم بول رہا ہوں..... مجھے تیمور خان کی رقم دینی ہے۔ وہ اس وقت میرے گھر میں اپنے آدمیوں کے ساتھ موجود ہے۔ وہ مجھے مار دے گا۔ اس نے میری بیوی پر پستول تانی ہوئی ہے۔ جلدی سے آجائیں..... وہ ہمیں مار دے گا..... میں کمرے میں چھپا ہوا ہوں..... وہ مجھے اور میری بیوی کو مار دے گا.....''

''کہاں سے بول رہے ہو۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

حماد نے جلدی سے گھر کا پتا لکھوایا اور پھر زور دیا کہ وہ جلدی سے آجائیں۔ فون کرنے کے بعد حماد مضطرب کمرے میں ٹہلنے لگا۔ دس منٹ نہیں گزرے تھے کہ اس مکان کے باہر ہلچل سنائی دی۔ حماد نے اپنا ریوالور نکالا، کھڑکی سے پردہ ہٹا کر باہر جھانکا۔ باہر پولیس وین کھڑی ہوئی تھی اور اندر سے پولیس اہلکار نکل رہے تھے۔ حماد نے ریوالور میں دو گولیاں رہنے دیں اور باقی نکال کر ریوالور کو کپڑے سے اچھی طرح سے صاف کیا اور ریوالور کپڑے میں لپیٹ کر کمرے سے نکلتے ہی اس نے دونوں گولیاں نعیم کے سینے میں اتار دیں۔

حماد نے وہ سب اتنا اچانک کیا تھا کہ کسی کو کچھ سمجھ ہی نہیں آئی اور نہ ہی وہ فوراً کچھ کر سکے۔ نعیم کی خون میں لت پت لاش فرش پر تھی۔ اسی وقت حماد نے ریوالور تیمور خان کی طرف اچھال دیا۔ ریوالور کو تیمور خان نے پکڑا اور فوراً چھوڑ دیا۔ اسی لمحے حماد نے نعیم کا موبائل نعیم کی لاش کے... پاس صوفے پر اچھال دیا۔

تیمور خان کا گن مین اپنی گن سیدھی کر چکا تھا لیکن حماد اپنا کام کر کے تیزی سے سڑھیاں چڑھ کر اوپر چلا گیا۔ پولیس گولیاں چلنے کی آواز سنتے ہی اس مکان میں داخل ہوگئی اور انہوں نے تیمور اور اس کے ساتھیوں پر اسلحہ تان لیا۔ تیمور خان خود بھی متحیر تھا کہ اچانک اور اس سرعت سے یہ سب کیسے ہوگیا۔ اور وہ پولیس کی زد میں آگئے۔

''جس نے مارا ہے وہ اوپر کی طرف بھاگا ہے۔'' تیمور خان نے سیڑھیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''تم تیمور خان ہی ہو ناں۔'' سب انسپکٹر نے تیمور خان کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''جی میں تیمور خان ہی ہوں لیکن یہ قتل میں نے نہیں کیا، جس نے کیا ہے وہ اوپر کی طرف بھاگا ہے۔'' تیمور خان نے پھر کہا۔

''بڑی شکایتیں ہیں تمہارے خلاف۔'' سب انسپکٹر نے کہا اور پھر اپنے اہلکار سے مخاطب ہوا۔ ''اوپر جا کر دیکھو کون ہے۔''

دو اہلکار سیڑھیوں کی طرف بڑھے جبکہ باقی پولیس والوں نے تیمور خان اور اس کے دونوں ساتھیوں کو اپنی گرفت میں لینا شروع کر دیا۔ تیمور خان مزاحمت کے ساتھ کہہ رہا تھا۔ ''یہ قتل میں نے نہیں کیا.....''

تیمور خان کی بات سننے کو کوئی بھی تیار نہیں تھا۔ پولیس مین ان تینوں کے پیچھے کی طرف ہاتھ باندھنے لگے تھے سب انسپکٹر نے تیمور کے پاس پڑا ریوالور رومال سے اُٹھا لیا تھا۔

حماد بڑی تیزی سے اوپر گیا تھا۔ اس نے ٹیرس پر پہنچ کر دروازے کی اپنی طرف سے چٹخنی لگا دی اور اسی راستے سے وہ نیچے اترا جس راستے سے فرح اور زبیر نیچے اترے تھے۔ جب حماد اور نعیم ٹیرس میں کھڑے یہ دیکھ رہے تھے کہ فرح کیسے فرار ہوئی ہے تو اسی وقت حماد نے وہ راستہ دیکھ لیا تھا اور دل ہی دل میں کہا تھا کہ اس راستے سے نیچے اترنا مشکل نہیں ہے۔

باہر کودتے ہی حماد نے اس مکان کے عقب کی طرف دوڑ لگا دی۔ وہ عقب میں پہنچا تو وہاں زاہد اور اس کی کار کھڑی تھی۔ حماد پہلے زاہد کے پاس گیا اور بولا۔

''میں بھی تمہارے گھر ہی جاؤں گا۔ میری کار تمہارے پیچھے ہے۔''

www.urdupalace.com

''میں نے گولیاں چلنے کی آواز سنی تھی۔ تم نے کام کر دیا ہے۔'' زاہد نے پوچھا۔

''ہاں۔''

''لیکن تم میرے گھر کیسے جا سکتے ہو؟ اگر وہاں فرح ہوئی تو؟'' زاہد نے کہا۔

''میں باہر رکوں گا تم تسلی کر لینا اور اس کے بعد مجھے بتانا۔ ابھی تو یہاں سے نکلو۔'' حماد نے عجلت سے کہا۔

''جلدی سے نکلو پھر۔'' زاہد نے کہہ کر کار اسٹارٹ کی۔ حماد بھی اپنی کار میں بیٹھا اور دونوں کاریں ایک دوسرے کے پیچھے چل پڑیں۔ دونوں کاروں کی رفتار تیز تھی۔ جلد ہی دونوں کاریں دوسرے راستے سے وہ علاقہ چھوڑ چکی تھیں۔ رات کا وقت تھا اور سڑکیں ویران تھیں اس لیے ان کی کاریں پوری رفتار سے بھاگ رہی تھیں۔ زاہد کے گاؤں تک جانے میں ان کو آدھا وقت لگا اور جیسے ہی زاہد کا گھر آیا حماد نے کار پیچھے ہی روک لی اور اس کی ہیڈ لائیٹس بند کر لیں۔ زاہد نے اپنے گھر کے سامنے پہنچ کر کار کا ہارن دیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہی زاہد کے باپ نے لکڑی کا گیٹ کھولا۔ زاہد اپنی کار اندر لے گیا۔ اس کے باپ نے لکڑی کا گیٹ بند کر دیا۔

''کیا بنا.....؟'' جونہی زاہد کار سے باہر نکلا، اس کے باپ نے سوال کیا۔

زاہد نے کہا۔ ''میں سیدھا اپنے دوست کے پاس گیا تھا اور ساری بات بتا دی تھی۔ وہ مجھے اپنے چچا کے پاس لے گیا انہوں نے وہ نمبر لے لیے ہیں جہاں سے مجھے فون آیا تھا۔ اور خفیہ طریقے سے انہوں نے فرح کی تلاش کا کام بھی شروع کر دیا ہے۔'' زاہد نے جھوٹی کہانی گھڑی اور پھر پوچھا۔ ''ویسے فرح آ تو نہیں گئی؟''

''وہ کیسے آ سکتی ہے؟''

''بس میں نے ایسے ہی پوچھ لیا تھا کہ شاید وہ ان کے چنگل سے نکل بھاگی ہو اور یہاں پہنچ جائے۔ ہاں میرا دوست بھی میرے ساتھ ہے۔ اس کی کار باہر کھڑی ہے۔ میں اسے اندر لے آتا ہوں۔ اس کے چچا پولیس انسپکٹر ہیں اس لیے آپ کسی سے اس کے بارے میں ذکر نہ کیجیے گا۔''

''اسے باہر کیوں کھڑا کیا ہے..... اندر لے آؤ۔''

''آپ اندر چلیں اور آرام کریں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اب بات پولیس تک پہنچ گئی ہے۔ میں اسے اندر لے آتا ہوں۔'' زاہد نے کہہ کر لکڑی کا گیٹ کھولا اور حماد کو اندر آنے کا اشارہ کیا۔ اس نے کار اسٹارٹ کی اور کار اندر لے گیا۔ زاہد کا باپ اندر جا چکا تھا۔

''فرح یہاں نہیں پہنچی۔ تم جلدی سے میرے ساتھ آ جاؤ۔'' زاہد نے اس کے پاس جا کر سرگوشی کی اور حماد کار سے باہر نکل کر جیسے ہی اس کی کار کے سامنے سے گزر کر جانے لگا اس کی نظر کار کے اندر پڑے فرح کے سامان پر پڑی تو اس نے پوچھا۔

''یہ فرح کا سامان ہے؟''

''ہاں اسی کا سامان ہے۔ بھاگ دوڑ میں نکال ہی نہیں سکا۔''

''سامان نکال کر لاؤ ذرا دیکھیں اس میں کیا ہے۔ شاید کوئی کام کی چیز مل جائے۔'' حماد نے کہا تو زاہد نے اس کے ساتھ مل کر فرح کا سامان نکالا اور وہ اسے ایک طرف لے گیا۔ اس طرف ایک دروازہ تھا جسے کھول کر وہ اندر گئے تو ایک چھوٹی سی راہداری آ گئی۔ اس کے سامنے سیڑھیاں تھیں جو اوپر کی طرف جاتی تھیں۔ غیر مہمانوں کے لیے وہ راستہ تھا۔ زاہد اس راستے سے حماد کو اوپر کے کمرے میں لے گیا۔ کمرے میں جاتے ہی حماد بولا۔

''اب مجھے اس ملک میں نہیں رہنا۔ تیمور خان کسی وقت بھی باہر آ کر میرا قیمہ بنا دے گا۔''

''میری زندگی بھی خطرے میں آ گئی ہے۔ اگر تم باہر چلے گئے تو وہ مجھے پکڑ لے گا۔''

''آگے کیا کرنا ہے اس بارے میں بھی سوچ لیں گے۔ فی الحال تم بیگ اور سوٹ کیس کھولو شاید کچھ زیورات اور پاؤنڈز مل جائیں۔''

فرح کے ہینڈ بیگ میں اس کے میک اپ کے سامان کی کچھ چیزیں اور پاسپورٹ کے سوا کوئی خاص چیز نہیں تھی۔ لیکن سوٹ کیس کو وہ پوری کوشش کے باوجود نہیں کھول سکے۔ اس کا کوڈ ورڈز میں لاک کھولنا محال تھا۔ وہ تھک کر ایک طرف بیٹھ گئے۔

☆☆☆

تیمور خان سلاخوں کے پیچھے پہنچ گیا تھا۔ اس کے دونوں ساتھی بھی ساتھ ہی تھے۔ حوالات میں تیمور خان ایسے ٹہل رہا تھا جیسے پنجرے میں بھوکا شیر اس انتظار میں ٹہل رہا ہو کہ کب اس کے سامنے گوشت آئے اور وہ اپنی بھوک مٹا سکے۔ وہ جرائم کی دنیا میں کئی سالوں سے تھا۔ پولیس اسٹیشن میں کوئی نہ کوئی پولیس والا اس کا جاننے والا نکل ہی آتا تھا۔ اس پولیس اسٹیشن میں بھی ایک اہلکار اس کا واقف نکل آیا تھا۔ اس کے ذریعے سے اس نے فون کر کے اپنے

www.urdupalace.com

خاص آدمی لال خان کو بلا لیا تھا۔

لال خان کو جیسے ہی پتا چلا وہ ہوا کے گھوڑے پر بیٹھ کر وہاں پہنچ گیا۔ اس نے ڈیوٹی پر موجود اہلکاروں کی سختی گرم کی اور تیمور خان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

''یہ کیسے ہوا؟'' اس نے پوچھا۔

''جو ہوا وہ میں سنبھال لوں گا۔ جس نے یہ کیا ہے اسے تم سنبھالو اور اسے عبرت کا نشان بنا دو۔'' تیمور خان نے سانپ کی پھنکار میں سرگوشی کی۔

''کون ہے؟''

''حماد اور اس کا ساتھی زاہد۔''

''حماد کا گھر تو نہیں جانتا۔ زاہد کہاں رہتا ہے وہ مجھے پتا ہے۔'' لال خان نے کہا۔

''لیکن زاہد تو وہاں نہیں تھا، وہ کام تو حماد نے کیا تھا۔'' پاس کھڑے تیمور خان کے گن مین نے مداخلت کی۔

''مجھ کو دونوں سے رقم لینی تھی۔ یہ ایک کا کام نہیں ہے۔ دونوں نے مل کر کیا ہے۔ تم چپ رہو اور پیچھے ہو کر کھڑے ہو جاؤ۔'' اگر تیمور خان حوالات میں نہ ہوتا تو شاید وہ غصے میں اپنے گن مین کا سر پھوڑ دیتا۔ گن مین پیچھے ہو کر کھڑا ہو گیا۔ تیمور خان نے پھر لال خان سے کہا۔ ''دن کا سورج ان دونوں کے لیے کوئی اچھی خبر لے کر طلوع نہ ہو اور صبح وکیل کو یہاں بھیج دینا۔''

''تم فکر نہیں کرو۔'' لال خان نے کہا اور کچھ باتوں کے بعد وہ وہاں سے روانہ ہو گیا۔

☆☆☆

زاہد کو اس سوچ نے گھیر لیا تھا کہ حماد اس وقت قاتل بن گیا ہے۔ اس نے نعیم کا قتل بھی کیا تھا اور تیمور خان کو بھی پولیس کے ہاتھوں پکڑوا دیا تھا۔ پولیس اس بات کا سراغ لگاتی ہے کہ نہیں، کہ نعیم کا قاتل کون ہے، لیکن تیمور خان اب اسے نہیں چھوڑے گا۔ حماد کے ساتھ ساتھ وہ بھی بری طرح سے پھنس گیا تھا۔ اگر فرح بھی اس گھر میں آجاتی ہے تو وہ شاید گھر میں داخل ہوتے ہی حماد کی کار پہچان لے، اور اگر اس نے حماد کو اس گھر میں دیکھ لیا تو اس کا پردہ بھی فاش ہو جائے گا۔ اس لیے اب ضروری ہو گیا تھا کہ وہ اسی وقت حماد کو اپنے گھر سے چلتا کر دے۔

زاہد بہانے سے کمرے سے باہر نکلا اور تھوڑی دیر کے بعد بھاگتا ہوا کمرے میں آ گیا۔ حماد ابھی نیم دراز ہی ہوا تھا۔

''حماد جلدی میرے ساتھ آؤ۔ فرح آ گئی ہے اور وہ ابا کو اغوا کرنے والے کا حلیہ بتا رہی ہے۔''

''تو کیا ہوا؟'' حماد کچھ نہ سمجھتے ہوئے بولا۔

''جیسے وہ تمہارا حلیہ بتا رہی ہے میرے باپ کا دھیان فوراً تمہاری طرف جائے گا۔ اس لیے میرے ساتھ آؤ۔''

''مجھے کہاں لے کر جاؤ گے؟''

''میرے ساتھ آؤ ابھی بتاتا ہوں۔'' زاہد نے اس کا بازو پکڑا اور اسے کھینچتا ہوا کمرے سے باہر لے گیا۔ دونوں سیڑھیاں اتر کر نیچے گئے اور زاہد نے دروازے سے اپنی گاڑیوں کی طرف ایسے دیکھا جیسے وہاں کوئی کھڑا ہو۔

''میں گیٹ کھولتا ہوں۔ تم اپنی کار لے کر جلدی سے باہر نکل جاؤ۔'' زاہد نے کہا۔

حماد بولا۔ ''میں اس وقت رات کے آخری پہر کہاں جاؤں گا۔''

''فرح کی نظر میں آنے سے بہتر ہے کہ تم اپنے گھر چلے جاؤ ورنہ پھنس جائیں گے۔'' زاہد نے کہا۔

''وہ یہاں کیسے پہنچ گئی ہے؟''

''مجھے کیا پتا۔ ابھی آئی ہے اور میرے امی ابو کے پاس بیٹھی ہے۔ تم نکلنے کی کرو ورنہ ہم پھنس جائیں گے۔'' زاہد نے کہا۔

حماد شش و پنج میں مبتلا تھا اور پھر وہ تیزی سے اپنی کار کی طرف چلا گیا۔ زاہد نے لکڑی کا گیٹ کھول دیا۔ حماد نے کار اسٹارٹ کی پھر اس نے کار باہر نکال لی۔

زاہد گیٹ بند کرنے سے پہلے حماد کے پاس گیا اور بولا۔ ''سیدھے اپنے گھر چلے جاؤ۔ میں تم سے فون پر رابطہ رکھوں گا۔''

ٹھیک اسی وقت ایک تیز رفتار کار دھول اڑاتی ان کے پاس رکی اور ایک ساتھ دروازے کھلے اور دو آدمی باہر نکلے۔ حماد اور زاہد ڈر اور خوف سے ان کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر جیسے ہی لال خان باہر نکلا، دونوں کی سانسیں رک گئیں۔ لال خان کے چہرے پر قہر برس رہا تھا۔

وہ ان کے پاس جا کر بولا۔ ''اچھا ہوا کہ تم دونوں جلد ہی مل گئے۔''

لال خان نے حماد کو کار سے باہر نکلنے کا اشارہ کیا۔ مجبوراً حماد کو کار سے باہر نکلنا ہی پڑا۔

''تم دونوں کیا سمجھے تھے کہ تیمور خان کو اپنی چال میں لپیٹ کر پولیس کے حوالے کر دینے سے کہانی ختم ہو جائے گی؟ اب تم دونوں کی کہانی ختم ہو گی۔'' لال خان کی آواز

www.urdupalace.com

میں سفا کی اور لہجہ دھیما تھا۔

''ہم نے کچھ نہیں کیا ہے۔'' حماد بولا۔ اس کا گلا خشک ہو رہا تھا۔ زاہد کی حالت بھی ایسی تھی جیسے وہ ابھی گر جائے گا۔

''تیمور خان اب تم دونوں سے رقم نہیں لے گا بلکہ تم دونوں کی جان لے گا۔'' لال خان نے کہتے ہی اچانک ایک لمبے پھل والا خنجر نکال لیا اور حماد کو پتا بھی نہیں چلا کہ خنجر والا ہاتھ کب بلند ہوا اور کب اس کی شہ رگ کاٹ کر نیچے جھک گیا تھا۔ خون کا فوارہ نکلا اور زاہد چیخا۔

''بچاؤ.....''

اس کے ساتھ ہی زاہد بھاگا۔ لال خان نے پیچھے سے ہی خنجر اس کی طرف پھینکا اور خنجر زاہد کی پشت میں پیوست ہو گیا۔ اس کی چیخ بلند ہوئی تو اردگرد کے لوگ جاگ کر اپنے گھروں کی دیواروں کے ساتھ لگ گئے۔ اچانک کسی نے فائر کیا اور لال خان کو مزید کچھ کرنے کے لیے اپنے قدم روکنے پڑے۔

ایک بار پھر فائر ہوا اور لال خان کو اپنے آدمیوں کے ساتھ بھاگنا پڑا۔ گاؤں کے لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے۔ زاہد کا باپ بھی بھاگتا ہوا باہر نکل آیا تھا۔ زاہد شدید زخمی تھا اور حماد کا جسم ساکت ہو چکا تھا۔ پورے گاؤں میں دہشت پھیل گئی تھی۔

☆☆☆

دوسرے دن فرح کو زبیر اپنے والدین کے سامنے لے گیا اور ساری کہانی ان کو سنا دی۔

''اب رشتوں پر کیا اعتبار کریں۔'' زبیر کے ابو بات سننے کے بعد بولے۔

''شکر ہے کہ زبیر وہاں موجود تھا اور اس نے فرح بیٹی کی مدد کر دی۔ ورنہ جانے کیا ہو جاتا۔'' زبیر کی امی بولیں۔

''جی ان کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہے۔'' فرح نے ایک نظر زبیر کی طرف دیکھا۔

''میں نے کوئی احسان نہیں کیا ہے۔ بس اپنا فرض نبھایا ہے۔'' زبیر نے جلدی سے کہا۔

''زبیر ٹھیک کہہ رہا ہے۔'' زبیر کا باپ اپنی دکان پر جانے کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا۔

ناشتے کے بعد فرح نے زاہد کے گھر جانے کی خواہش کی تو زبیر اسے موٹر سائیکل پر بٹھا کر زاہد کے گھر لے گیا۔ اس گاؤں میں داخل ہوتے ہی فرح کی سب یادیں تازہ ہو گئی تھیں۔ وہ اسی گاؤں میں رہتی تھی۔ اسی گاؤں میں اس کی پیاری دوست تھی۔

جب وہ زاہد کے گھر کے سامنے پہنچے تو وہاں کچھ لوگ جمع تھے۔ فرح سب کو دیکھتے ہوئے اندر چلی گئی۔ اندر زاہد کی ماں رو رہی تھی۔ فرح کو دیکھ کر وہ اس سے لپٹ گئی اور بتانے لگی کہ زاہد شدید زخمی حالت میں اسپتال میں پڑا ہے۔ ساتھ وہ ان لوگوں کو کوسنے لگی جنہوں نے بغیر کسی وجہ سے اس کے بیٹے کو زخمی اور بیٹے کے دوست کو جان سے مار دیا تھا۔

فرح چپ رہی۔ وہ ایک ماں کو اس کے بیٹے کی اصلیت نہیں بتا سکتی۔ اس نے زاہد کی ماں سے الگ ہو کر گھریلو ملازمہ سے پوچھا۔

''زاہد میرا سامان لایا تھا؟''

''جی وہ میں نے اوپر کمرے میں دیکھا تھا۔''

''میرا سامان لا دو۔'' فرح نے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد ملازمہ سامان لے آئی۔ گاؤں کی پڑوسن عورتیں زاہد کی ماں کے پاس آ جا رہی تھیں۔ فرح خاموشی سے اپنا سامان اُٹھا کر باہر آ گئی۔ زبیر ایک طرف کھڑا تھا۔ وہ آگے بڑھا اور فرح کے ہاتھ سے اس کا سوٹ کیس لے لیا۔

''مجھے لگتا ہے کہ یہ تیمور خان نے کیا ہوگا۔ شاید اپنی رقم کی وجہ سے۔ مجھے یہ پتا چلا ہے کہ انہوں نے حماد کو مار دیا ہے اور زاہد شدید زخمی ہے۔''

''آپ چلیں مجھے بہت گھبراہٹ ہو رہی ہے۔'' فرح نے کہا اور وہ اس کے پیچھے موٹر سائیکل پر بیٹھ گئی۔ فرح کا سوٹ کیس بڑی مشکل سے زبیر نے آگے رکھا تھا۔ موٹر سائیکل چلاتے ہوئے زبیر نے پوچھا۔

''کہاں جانا ہے آپ کو؟''

فرح کوئی جواب دینے کے بجائے چپ بیٹھی رہی۔

تھوڑی دیر کے بعد زبیر نے پھر پوچھا۔ ''میں نے پوچھا ہے آپ کو کہاں جانا ہے؟''

فرح پھر چپ سوچتی رہی۔

زبیر نے پھر کہا۔ ''میں آپ کو کہاں چھوڑ دوں؟''

فرح نے اپنا چہرہ زبیر کے کان کے پاس کیا اور بولی۔ ''اب آپ تو مجھے چھوڑنے کی بات نہ کریں۔ میں کہاں جاؤں گی؟''

اس کی بات سن کر زبیر مسکرا دیا اور اس نے اپنی موٹر سائیکل کا رخ اپنے گھر کی طرف کر دیا۔

www.urdupalace.com

Advertisement at Urdu Palace

Are you looking for an affordable website to advertise your business?
Urdu Palace offers lowest rates for all advertisers.
For Advertisement of your brand or business on our website call us or contact through

Whatsapp on following numbers:+92-348-8709449,+92-303-5110135

www.urdupalace.com